اس ناول میں شامل ہے ایڈونچر ٹائمز اسکول میگزین کا شمارہ نمبر ۱۴ بالکل مفت
محمود، فاروق، فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید سیریز 747
حکم کا شکنجہ
اشتیاق احمد
Atlantis Publications
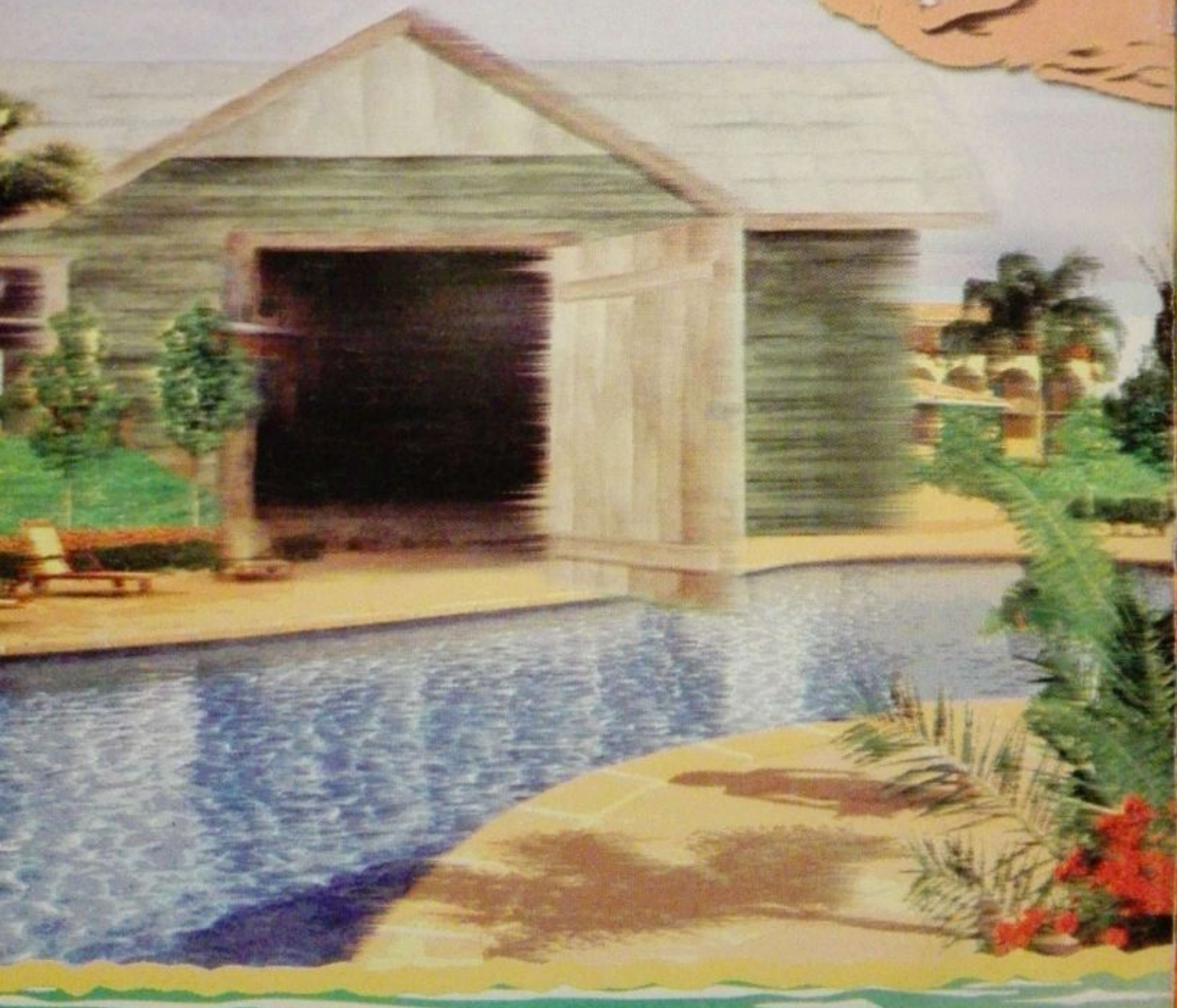
بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

حکم کا شکنجہ

اشتیاق احمد

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	حکم کا شکنجہ
نمبر	747
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	40روپے

اطلاعِ عام

بچوں کے مشہور و معروف مصنف اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز، انسپکٹر کامران مرزا سیریز، شوکی سیریز اور عمران سیریز اور دیگر تمام پرانے اور نئے آنے والے ناول صرف اور صرف اٹلانٹس پبلکیشنز کراچی سے شائع ہوں گے۔ اگر اشتیاق احمد صاحب کے مذکورہ کرداروں پرمبنی ناول کسی اور شخص یا ادارے نے کسی بھی صورت میں شائع کئے تو وہ ہر قسم کے قانونی مواخذے کا ذمے دار ہوگا۔ اشتیاق احمد کے ناولوں کی ہر طرح کی پبلشنگ کے حقوق صرف اور صرف اٹلانٹس پبلیکشنز کے پاس ہیں۔

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلکیشنز
D-83 سائٹ، کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''ایک آدمی رستے میں چل رہا تھا۔ اس نے ایک کانٹے دار ٹہنی راہ میں پڑی پائی تو اسے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عمل پسند آیا اور اسے بخش دیا۔''

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔

☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔

☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم! ناولوں کا سفر رواں دواں اور مجھے اس پر حیرت ہے...... پہلی حیرت اپنے پر ہے کہ ناول نگاری کے جس سفر کی ابتدا 1974ء میں کی تھی...... وہ کیسے جاری ہے، یعنی مجھے ناول لکھتے ہوئے 33 سال گزر گئے۔ 33 سال میں کیا کچھ نہیں ہو گیا، کیا کچھ نہیں بدل گیا، لیکن جیسے تیسے ناولوں کا سفر جاری ہے۔ مکتبہ عالیہ، فیروز سنز، شیخ غلام علی اینڈ سنز، مکتبہ اقراء، مکتبہ باغ و بہار، مکتبہ اشتیاق، اشتیاق پبلکیشنز، انداز پبلکیشنز، ایم آئی ایس، یہ ہیں ان اداروں کے نام جن کے تحت ناولوں کا یہ سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ سفر جا پہنچا اٹلانٹس پبلکیشنز تک...... اس وقت تک آخری نام یہی ہے، اور اُمید ہے یہی آخری ثابت ہوگا......

اس ادارے کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے پرانے ناول بھی بالکل ابتداء سے شائع کرنے کا پروگرام ترتیب دیا ہے اور مزے کی بات یہ کہ ایک دو نہیں، ہر ماہ پورے آٹھ ناول شائع کر رہا ہے...... واقعی! حیرت کی بات ہے...... تو دوسری حیرت اس ادارے کے مالک پر ہے...... جن کا نام آپ جانتے ہی ہیں فاروق احمد ہے، یہ خود بھی بچپن سے میرے ناولوں کے شیدائی چلے آ رہے ہیں...... بچپن میں یہ کراچی سے مجھ سے ملنے کے لئے لاہور آتے تھے، اس وقت انہیں معلوم تک نہیں تھا کہ ایک دن یہ ایک پبلشنگ ادارہ بھی شروع کریں گے اور اس سے ناول بھی میرے شروع کریں گے۔ خیر! اس بات پر تو آپ سوچ لیں گے...... میں تو بات کر رہا تھا حیرت کی...... پتا نہیں مجھے اور کس کس بات پر حیرت ہے، اس سے پہلے کہ حیرت مجھ پر اور نئے رُخ سے حملہ آور ہو، میں ان دو باتوں کا باب بند کر دیتا ہوں۔

ہاتھ دِکھا گیا

انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بجی... انہوں نے فون سنا تو آئی جی شیخ نثار احمد کہہ رہے تھے:

''بہت مشکل آ پڑی جمشید۔''

''خیر تو ہے سر!''

''تمہارے لیے نہیں۔'' یہ کہہ کر وہ ہنسے بھی۔

''اللہ اپنا رحم کرے... ویسے آپ کے ہنسنے سے حوصلہ محسوس ہو رہا ہے... ضرور کوئی خاص سنگین معاملہ نہیں ہے۔''

''اس خوش فہمی میں نہ رہنا۔''

''جی اچھا... آپ کہتے ہیں تو نہیں رہوں گا... فرمائیے کیا حکم ہے۔''

''بس! یہیں آ جاؤ... اور بہتر ہوگا کہ محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھی لے آؤ۔''

''جی بہتر!''

جلد ہی وہ چاروں آئی جی صاحب کے کمرے میں داخل

ہوئے اور یہ دیکھ کر بری طرح اچھلے کہ وہاں ملک کے صدر بھی موجود تھے... ظاہر ہے، وہ خفیہ طور پر آئے ہوں گے... کیونکہ باہر ان کی آمد کے کوئی آثار نہیں تھے... اور اس کا مطلب یہ بھی تھا کہ وہ میک اپ میں آئے تھے... اور آئے بھی تھے... کسی عام کار میں... البتہ اندر آکر انہوں نے میک اپ اتار دیا ہوگا...

''السلام علیکم سر!'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''وعلیکم السلام... میں تم لوگوں کا ہی انتظار کر رہا تھا۔''

''اور ہم حاضر ہیں۔'' فاروق مسکرایا... جواب میں صدر صاحب اور آئی جی صاحب بھی مسکرادیے۔

''کام بہت خفیہ ہے جمشید... بغیر کسی تفصیل کے... یہ لفافہ تمہیں دیا جارہا ہے... اس میں کوئی ہدایات نہیں ہیں... اب تم جاسکتے ہو۔''

''جی... جی بہتر!''

انہوں نے لفافے کو ایک اندرونی اور خفیہ جیب میں رکھ لیا اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ساتھ ہی محمود، فاروق اور فرزانہ بھی اٹھے تھے... وہ سیدھے اپنی کار کی طرف آئے... پھر جونہی وہ کار میں گھر کی طرف روانہ ہوئے... ایک سرد آواز ابھری:

''وہ لفافہ جیب سے نکال کر سڑک کے باہر گرادو... ورنہ کار بھک سے اڑ جائے گی اور تم چاروں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے...''

وہ چونک اٹھے... کار میں صرف آواز ابھری تھی... بولنے والا وہاں خود موجود نہیں تھا...

انہوں نے کار روک دی اور لگے نیچے اترنے... آواز

فوراً ابھری:

''یہ غلطی نہ کرنا انسپکٹر جمشید... ادھر کار کا دروازہ کھولو گے، ادھر دھماکا ہوجائے گا... یقین نہیں تو اپنی گھڑی کے ڈائل پر نظر ڈال لو... وہ بم کی موجودگی کا پتا دے رہی ہے یا نہیں۔''

انہوں نے اپنا ہاتھ روک لیا اور گھڑی کی طرف دیکھا... وہاں واقعی بم کی علامت نظر آرہی تھی... انہوں نے اپنی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر لفافہ نکال لیا اور باہر گرادیا... ساتھ ہی آواز ابھری:

''شاباش... اب رکے بغیر گھر چلے جاؤ... وہاں جاکر ڈکی میں سے بم نکال کر ناکارہ کردینا... وعدے کے مطابق تمہارے چیتھڑے نہیں اڑا رہا... اور یاد رکھو، اپنے صدر کا یہ حکم نہ ماننا... ورنہ موت کو گلے لگالو گے۔''

انسپکٹر جمشید نے کار آگے بڑھادی... محمود، فاروق اور فرزانہ سکتے کے عالم میں بیٹھے تھے... آخر وہ گھر پہنچ گئے...

ڈکی کھولنے سے پہلے انہوں نے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیے... پھر ڈکی کھولی... وہاں واقعی بم نصب تھا... انہوں نے بم ناکارہ کردیا... اب انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ڈائل کیے اور بولے:

''ہاتھ ہوگیا سر!''

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''وہ موجود ہیں یا جاچکے ہیں۔''

''اسی وقت چلے گئے تھے۔''

اب انہوں نے تفصیل سنادی... پھر بولے:

''اس کا مطلب ہے... آپ کے کمرے میں بھی انہوں نے آلہ چپکا رکھا ہے... آپ اس وقت سے اب تک کمرے سے باہر تو نہیں گئے۔''

''چند منٹ کے لیے گیا تھا۔''

''بس تو پھر... اب وہ آلہ بھی وہاں نہیں ہوگا... آپ ذرا چیف سیکیورٹی آفیسر سے معلوم کرلیں... آپ کی عدم موجودگی میں کون اندر آیا تھا... لیکن ابھی کوئی کارروائی نہ کریں... ہم آرہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے جمشید۔''

کار پر کسی جگہ بھی اس شخص کی انگلیوں کے نشانات موجود نہیں تھے... جس نے ڈکی میں بم اور سیٹوں کے درمیان گفتگو سنانے والا آلہ چپکایا تھا...

''اور اس کا مطلب ہے... شیخ صاحب کے دفتر سے بھی انگلیوں کے نشانات نہیں ملیں گے... تاہم اس شخص کا نام ضرور سامنے آجائے گا... جو شیخ صاحب کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

جلد ہی وہ دفتر پہنچ گئے... آئی جی صاحب نے اداس انداز میں مسکرا کر ان کی طرف دیکھا... پھر بولے:

''میں جانتا ہوں جمشید... سب سے پہلے تم یہ جاننا چاہتے ہو... کہ وہ کون شخص ہے جو میرے دفتر میں آیا تھا... لیکن مجھے افسوس ہے... اس بار کا مجرم آسان مجرم نہیں... مشکل مجرم ہے... وہ ضرورت سے زیادہ چالاک ہے... اور اس کی چالاکی کا مظاہرہ شروع ہو چکا ہے، ہم سب اس کی چالاکی کی زد میں ہیں... لہٰذا جو قدم بھی اٹھانا ہے... ذرا

سوچ سمجھ کر اٹھانا ہے... ہم اس آدمی کا نام نہیں جان سکے... جو اندر آیا اور وہ آلہ لے گیا ہے۔''

''لیکن کیوں سر؟'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس نے پہلے آواز بدل کر میرے سیکرٹری سے فون پر بات کی... بتایا کہ ڈی آئی جی بات کر رہے ہیں... ذرا جلدی سے ان کے کمرے میں آجائیں... سیکرٹری کو حیرت ہوئی... کیوں کہ ڈی آئی جی افتخار احمد خان اسے کبھی مشکل سے ہی بلاتے تھے... خیر... وہ وہاں گیا تو خان صاحب نے لاعلمی اور حیرت کا اظہار کیا۔ اس کے واپس آنے تک غالباً کوئی نامعلوم شخص اندر داخل ہوا اور وہ آلہ نکال لے گیا... ہم نہیں جانتے وہ کون تھا۔''

''اوہ اچھا... خیر کوئی بات نہیں... ہم معلوم کرلیں گے ان شاء اللہ... آپ صدر صاحب سے رابطہ کریں... انہیں بتائیں... یہاں کیا ہوا ہے... ان سے ہمارے لیے حکم پوچھیں... ویسے سر... آپ کو تو معلوم ہوگا... کہ اس لفافے میں کیا تھا... اور کیوں تھا۔''

''نہیں... صدر صاحب نے مجھے نہیں بتایا تھا۔''

''کیا کہا آپ نے؟'' مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! یہی بات ہے... انہوں نے مجھے بالکل کچھ نہیں بتایا تھا۔''

''دھت تیرے کی... خیر... اب انہیں صورتِ حال بتائیں۔''

''ٹھیک ہے... میں تھوڑی دیر تک تمہیں فون کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... پھر صرف پانچ منٹ بعد انہوں نے فون پر بتایا کہ صدر صاحب اب خود فون کریں گے... اس کے چند منٹ بعد ہی صدر صاحب کا فون آ گیا... وہ ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے...

''ہاتھ دکھا گیا جمشید وہ تمہیں۔''

''جی سر... لیکن آپ فکر نہ کریں... ہم بھی ہاتھ دکھانا جانتے ہیں۔''

''مجھے یقین ہے جمشید۔''

''بس تو پھر آپ صرف یہ بتا دیں کہ اس لفافے میں کیا تھا۔''

''اب چھپانے سے کیا فائدہ... اس میں ایک تصویر تھی وہ تصویر لے اڑے... لہٰذا انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے تمہیں کیا خفیہ حکم دینے کی کوشش کی تھی... اور جسے انہوں نے ناکام بنا دیا ہے... جمشید! تمہیں انصار خومی کو ہلاک کرنا ہے... جیسے بھی ممکن ہو... میں تمہیں ہر طرح کا اختیار دیتا ہوں...... اب تم جانو تمہارا کام جانے۔''

''میں نے یہی اندازہ لگایا تھا سر... انصار خومی ملک کے لیے حد درجے خطرناک ثابت ہو رہا ہے... اس کی ملک دشمن سرگرمیاں بڑھتی جا رہی ہیں... یہی وجہ ہے کہ اسے خفیہ طور پر اس پر مقدمہ چلائے بغیر ہلاک کر دیا جائے... ورنہ وکیل لوگ قانونی نقطے پیش کر کے مجرم کو صاف بچا لے جاتے ہیں... اس سے پہلے ہم کئی بار اس پر مختلف کیسوں میں مقدمات چلا چکے ہیں... پھر ہم نے... ہماری عدالت نے اس کا کیا بگاڑ لیا... لہٰذا اب یہ تمہارا کام ہے... اسے اس طرح ختم کرنا ہے کہ کوئی ہم پر انگلی نہ اٹھا سکے... کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ ہم نے اسے مقدمہ چلائے بغیر ہلاک

کر دیا...''

''آپ فکر نہ کریں سر... میں اس پوری صورتِ حال کو اچھی طرح جانتا ہوں... انصار خومی... دنیا کا چالاک ترین شخص ہے... اور ہمارے ملک کا شخص ہوتے ہوئے... وہ ملک دشمن ہے... یعنی غیر ملکی نہیں ہے... لیکن ملک کا دشمن ہے... حکومت نے اسے کئی بار گرفتار کیا، لیکن اس پر کوئی جرم ثابت نہیں کر سکی... لہٰذا اب آپ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے اس طرح ختم کر دوں کہ مملکت پر کوئی حرف نہ آئے... کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ خفیہ اداروں کا کام ہے... چاہے... انصار خومی کے حامی اور دوست لوگ کتنا ہی کچھ کہتے پھریں... یہی بات ہے نا سر۔''

''سو فیصد یہی بات ہے۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے فون بند کر دیا...

انسپکٹر جمشید نے اسی وقت خان رحمان کو فون کیا... وہ گھر میں موجود نہیں تھے... اور ان کا موبائل بند تھا... اب انہوں نے پروفیسر داؤد کو فون کیا... ان سے بھی رابطہ نہیں ہوا... اس پر انہیں قدرے حیرت ہوئی... انہوں نے جلدی سے گھر فون کیا... گھنٹی بجتی رہی... لیکن بیگم جمشید نے فون نہ اٹھایا... ''ارے باپ رے۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

''کک... کیا ہوا ابا جان۔''

''انصار خومی پوری قوت سے... اور پوری منصوبہ بندی سے حرکت میں آ چکا ہے... پروفیسر صاحب اور خان رحمان کے ساتھ ساتھ تمہاری والدہ بھی خیریت سے نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انہیں انصار خومی

نے اغوا کرلیا ہے۔''

''لگتا یہی ہے... لیکن ہوسکتا ہے... ایسا نہ ہو، آؤ چلیں۔''

اب وہ سیدھے خان رحمان کے گھر پہنچے... دروازہ چوپٹ کھلا تھا... یہ دیکھ کر ان کا ماتھا ٹھنکا... وہ اندر داخل ہوگئے... ایک کمرے میں انہیں خان رحمان کے گھر والے، ظہور اور اس کی بیوی بندھے نظر آئے... انہیں رسیوں سے باندھ کر فرش پر ڈال دیا گیا تھا... منہ بھی بند کردیے گئے تھے...

انہیں جلدی سے کھولتے ہی وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے...

گیراج میں خان رحمان کی کار موجود تھی... انسپکٹر جمشید بولے:

''یہ میں لے کر پروفیسر داؤد کے ریسرچ سینٹر جاتا ہوں... تم گھر پہنچو... یہ ضرور اغوا کی وارداتیں ہیں، لگتا ہے، تینوں کو اغوا کیا جاچکا ہے... اور تینوں طرف ایک ہی وقت میں وار کیا گیا ہے۔''

یہ کہتے ہی انسپکٹر جمشید خان رحمان کی کار میں ریسرچ سینٹر کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہ آندھی اور طوفان کی طرح کار چلا رہے تھے... پھر ریسرچ سینٹر کے سامنے پہنچ کر انہوں نے زوردار بریک لگائے۔ دروازے پر کوئی سیکورٹی گارڈ نہیں تھا... جب کہ ہر وقت مسلح فوجی چاروں طرف پہرہ دیتے تھے... وہ کار اندر ہی لیے چلے گئے... پھر دوڑتے ہوئے اندر پہنچے... سارا عملہ اور پہرے دار فوجی ایک ہال میں بندھے نظر آئے... انہوں نے ان سب کی رسیاں کاٹ دیں۔

''یہ سب کیسے ہوا؟''

''وہ پروفیسر صاحب کو لے گئے...'' ایک فوجی نے بدحواسی

کے عالم میں کہا۔

''تفصیل سنائیں۔'' انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

''ہم باہر پہرے پر موجود تھے کہ ملٹری کی ایک گاڑی آکر رکی... ہم فوراً سیدھے ہوگئے... میجر کی وردی میں ایک صاحب جیپ سے اترے... ان کے پیچھے آٹھ ماتحت بھی تھے... میجر کی وردی والے شخص نے فوراً کہا:

''ہمیں خوفناک اطلاع ملی ہے... اندر کہیں بم نصب کردیا گیا ہے... اندر والوں کو فوری طور پر باہر نکالنا ہے...''

بس ہم بدحواس ہوگئے... جونہی اندر پہنچے... انہوں نے ہم کو کور کرلیا... ہم سب کو باندھ کر ڈال دیا اور پروفیسر صاحب کو لے گئے۔''

''ہوں... خیر... آپ لوگ پریشان نہ ہوں... ہم انہیں بہت جلدی تلاش کرلیں گے۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے دیکھا، فون محمود کا تھا۔

☆☆☆

غدار

تینوں گھر کے دروازے پر پہنچے... دروازہ چوپٹ کھلا
تھا... اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ یہاں بھی گڑ بڑ ہو چکی تھی۔ ساتھ ہی بیگم
شیرازی کے دروازے پر نظر ڈالی، وہ بھی کھلا نظر آیا۔ گویا وہ ساتھ میں بیگم
شیرازی کو بھی لے گئے تھے... وہ اندر داخل ہوئے... سارے گھر کا
سامان الٹ پلٹ کر دیا گیا تھا... صحن والی میز پر ایک بڑا سا کاغذ خنجر کی
مدد سے میز سے چپکایا گیا تھا... انہوں نے خنجر کو ہاتھ لگائے بغیر کاغذ پر لکھے
الفاظ پڑھے۔ الفاظ یہ تھے:

''اپنی والدہ کو بچانے کا شوق ہے... تو سونا گھاٹ آ جاؤ۔''

وہ اسی وقت اپنی کار میں سونا گھاٹ کی طرف روانہ
ہو گئے... سونا گھاٹ ساحل سمندر پر ایک پُر ہول مقام تھا... ان اطراف
میں کوئی بھی آنے کی ہمت نہیں کرتا تھا... کہا جاتا تھا... سونا گھاٹ پر
روحوں کا قبضہ ہے... بھٹکی روحیں چیختی چلاتی ہیں... ان خبروں کی وجہ سے
کوئی بھی اس طرف نہیں آتا تھا۔ یوں بھی یہ ایک بے آباد جگہ تھی... جا بجا
چٹانیں ابھری ہوئی تھیں... اور ایک طرف بلند پہاڑ تھا... اس میں کئی غار

تھے... ان غاروں کے دہانوں پر بہت سے انسانی پنجر پڑے دکھائی دیتے
تھے... وہ اس بات کی علامت تھے کہ جو بھی اس طرف آیا، روحوں نے پھر
اسے نہ چھوڑا۔

اور اس مقام پر ان کا دشمن انہیں بلا رہا تھا... اس حالت
میں کہ ان کی والدہ، بیگم شیرازی اور شاید پروفیسر داؤد اور خان رحمان
اس کے قبضے میں آ چکے تھے... البتہ ان کے والد اور وہ تینوں اس کی گرفت
میں نہیں آئے تھے... اور اب وہ اسی کوشش میں تھا... محمود نے یہ سب
سوچ کر موبائل نکالا اور اپنے والد کا نمبر دبا دیا... جلدی ان کی آواز سنائی
دی:

''ہاں محمود... کیا وہ تمہاری والدہ کو بھی لے گئے۔''

''جی ہاں... ساتھ میں آنٹی کو بھی۔'' محمود بولا۔

''اوہ! اچھا... میں آ رہا ہوں۔''

''ادھر آنے کا کوئی فائدہ نہیں ابا جان... اس نے ہمیں سونا
گھاٹ آنے کا پیغام دیا ہے... ہم سیدھے اس طرف جا رہے ہیں۔''

''اوہ اچھا... میں بھی آ رہا ہوں... وہ پروفیسر صاحب اور
خان رحمان کو بھی لے گئے ہیں۔''

''یہ تو ایسا لگتا تھا جیسے یہ لوگ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہونے
پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔'' محمود نے برا سا منہ بنایا۔

''یہ بات نہیں... دراصل انصار خومی چاہتا ہے... ہم اپنے
ساتھیوں کی تلاش میں الجھ جائیں... اور اس کے خلاف کچھ نہ کر سکیں۔''

''اوہ... اچھا... تب پھر وہ ہمیں سونا گھاٹ کیوں بلا رہا

ہے۔"

"کوشش تو اس کی یہی ہے نا کہ ہم بھی اس کے قابو میں آ جائیں ... تا کہ یہ جھگڑا ہی ختم جائے۔ یہ بات وہ بھی جان چکا ہے کہ اسے ختم کر دینے کے احکامات ... یعنی خفیہ احکامات جاری ہو چکے ہیں ... لہٰذا اسے بھی آخر اپنا بچاؤ کرنا ہے ... بچاؤ کرنے کے ساتھ ساتھ ... وہ ہمارے خطرے سے بھی بے فکر ہونے کے چکر میں ہے ... اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ وہ ہمارے ملک کا ایک بااثر شخص ہے ..."

"تو پھر ... اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔"

"شاید اس کیس میں ہمارا کوئی پروگرام نہیں ہے ... سارا پروگرام ہمارے دشمن کا ہے ... کیونکہ فی الحال تو ہم اس کی ہدایات پر عمل کر رہے ہیں ..."

"اس وقت تک وہ جس طرح حرکت میں آیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اس نے اپنے کارکنوں کو پوری منصوبہ بندی سے پھیلا دیا ہے ... تا کہ وہ ہر طرف وار کر سکے ... ان حالات میں چند سوالات ذہن میں ابھر رہے ہیں ... لیکن میں فون پر ان کا ذکر نہیں کروں گا ... تم سانا موڑ پر میرا انتظار کرو ... اس سے آگے نہ بڑھنا ..."

"جی اچھا۔"

جلد ہی وہ سانا موڑ پر آپس میں مل گئے ... اب وہ انہیں کار سے نیچے اتار کر درختوں کے درمیان میں لے آئے:

"یہاں میں ان سوالات کا ذکر کروں گا ... جو میرے ذہن میں ابھر رہے ہیں ... ظاہر میں انصار خومی ہمارے ملک کی ایک علاقائی سیاسی

جماعت کا سربراہ ہے ... اس کی ایک بہت بڑی پارٹی ہے ... پوری پارٹی آنکھیں بند کر کے اس کے احکامات پر عمل کرتی ہے ... مثلاً اگر وہ کسی کے قتل کا حکم دے دیتا ہے ... یا کسی کے اغوا کرنے کا حکم دے دیتا ہے ... تو اس کے غنڈے فوراً حرکت میں آ جاتے ہیں ... مقدمات بنتے ہیں ... عدالتوں میں چلتے ہیں ... اس کے آدمی عام طور پر بری ہو جاتے ہیں ... کچھ سزا بھی پاتے ہیں، لیکن کسی نے آج تک عدالت میں یہ بیان نہیں دیا کہ اس نے یہ کام انصار خومی کے کہنے پر کیا ہے ... اس طرح وہ بالکل محفوظ رہتا ہے ... اس کے کارکن دیوانوں کی طرح اس کا حکم مانتے ہیں ... وہ جب جی چاہتا ہے ... حکومت کے خلاف ہڑتالیں کرا دیتا ہے ... کاروبار بند کرا دیتا ہے ... عوام اس کے آدمیوں سے خوف زدہ رہتے ہیں ... حکومت بیں سالوں سے اس کے سلسلے میں پریشان ہے ... حکومت تو تبدیل ہوتی ہے ... لیکن وہ جوں کا توں موجود رہتا ہے ... اور ہر حکومت کے سینے پر مونگ دلتا ہے ... شاید یہی وجہ ہے ... تنگ آ کر ہمارے موجودہ صدر نے اسے ختم کرا دینے کا فیصلہ کیا ہے ... اب تم خود غور کرو ... یہ کام کتنا آسان ہے ... اسے ختم کرنا کوئی آسان کام نہیں ... پھر اس طرح ختم کرنا کہ موجودہ حکومت پر کوئی الزام نہ عاید کیا جا سکے ... یہ ہے اصل کام ... یہ کام ہم اپنی منصوبہ بندی سے اس صورت میں کر سکتے تھے ... جب ہم پرسکون ہوتے ... غالباً یہی سوچ کر اس نے ہمارے ساتھیوں کو اغوا کرا لیا ہے ... تا کہ ہمارا سکون رخصت ہو جائے ... اس طرح ہم اور زیادہ مشکل میں گھر گئے ہیں ... ہمیں یہ کام بھی کرنا ہے ... اور اپنے ساتھیوں کو بھی زندہ سلامت حاصل کرنا ہے ..."

یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے۔

''اور وہ سوالات... جو آپ کے ذہن میں ابھر رہے ہیں۔''

''سوال یہ ہے کہ ادھر مجھے صدر صاحب کی طرف سے اس کی تصویر ملی... ادھر اس نے تصویر اڑا لی... آخر اسے پہلے ہی کس طرح معلوم ہو گیا کہ صدر صاحب اس کی تصویر میرے حوالے کرنا چاہتے ہیں... دوسری بات... آخر اس قدر جلد اس نے ہمارے چار ساتھیوں کو کس طرح اغوا کرا لیا... کیا صدر صاحب سے بھی پہلے اس نے پروگرام ترتیب دے لیا تھا... اگر یہی بات ہے تو پھر صدر صاحب کے پروگرام کا اسے پہلے ہی پتا چل چکا تھا... اور یہ کیسے ممکن ہے کہ صدر صاحب جس پروگرام کو اس قدر خفیہ رکھ رہے ہیں کہ میک اپ کر کے ایک عام کار میں آئی جی صاحب کے دفتر میں آ گئے اور اسی حالت میں ہمیں وہاں بلایا گیا اور بس لفافہ مجھے دے کر کہہ دیا کہ آپ جائیں... آخر اس قدر خفیہ پروگرام کا پتا انصار خومی کو کس طرح لگ گیا۔''

''یہ سوال واقعی بہت اہم ہے... لیکن ہمارے نزدیک زیادہ اہم مسئلہ اپنے ساتھیوں کی رہائی کا ہے...'' محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''یہی فرق ہے... مجھ میں اور تم میں۔'' وہ مسکرائے۔

''جی... کیا مطلب؟''

''سب سے اہم اس غدار کی گرفتاری ہے جس نے صدر صاحب کے پروگرام کی خبر انصار خومی کو دی۔''

''آپ... آپ کا مطلب ہے... ہم سونا گھاٹ نہیں جا رہے

ہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہے... آؤ چلیں...''

وہ وہاں سے واپس پلٹے اور ایوان صدر کی طرف روانہ ہو گئے...

''کیا اس طرح ہم انصار خومی کو حیرت میں مبتلا نہیں کر دیں گے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اس میں تو خیر شک نہیں... اس کے آدمی سونا گھاٹ پر ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے... اور پل پل کی خبریں اسے دے رہے ہوں گے... اسے یہ بھی اطلاع مل چکی ہو گی کہ ہم سونا گھاٹ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں... لیکن اب جب اسے اطلاع ملے گی کہ ہم لوگ وہاں نہیں پہنچے تو وہ ضرور حیران ہو گا... اور اسے حیرت میں مبتلا کر دینا بھی ہماری ایک چھوٹی سی کامیابی ہو گی... دوسری طرف اگر ہم اس غدار کا سراغ لگا لیتے ہیں تو پیٹھ میں چھرا گھونپنے والے سے نجات مل جائے گی۔''

''لیکن ہمارے چار ساتھی۔''

''ان کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں... اول تو وہ موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں... دوسرے یہ کہ وہ انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا... وہ تو ان کے ذریعے ہمیں پکڑنے کے چکر میں ہے۔''

آدھ گھنٹے بعد وہ ایوان صدر پہنچ گئے... ان کے بارے میں صدر صاحب کے عملے کو پہلے ہی خاص ہدایات تھیں... لہٰذا انہیں فوراً ان تک پہنچا دیا گیا... وہ انہیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے... ان کے منہ

سے نکلا:

''یہ تو عجیب بات ہوگئی۔''

''جی کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''میرا خیال تھا کہ تم اس وقت تک اس کے خلاف حرکت میں آچکے ہوگے... لیکن میں تمہیں یہاں دیکھ رہا ہوں۔''

''جی حرکت میں آچکے ہیں، اسی لیے تو آپ ہمیں یہاں دیکھ رہے ہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''وہ کیسے؟''

''میں عرض کرتا ہوں۔'' انہوں نے کہا اور کاغذ پر اپنا خیال لکھنے لگے... پھر کاغذ ان کے سامنے رکھ دیا۔

''ہوں... تم ٹھیک کہتے ہو... اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ میرے آس پاس... کوئی غدار موجود ہے۔'' جواب میں صدر صاحب نے بھی لکھ کر جواب دیا... اب انہوں نے پوچھا:

''آپ نے اپنے اس پروگرام کے بارے میں کس سے ذکر کیا تھا... یا کس سے مشورہ کیا تھا۔''

''اپنے تین مشیروں سے۔'' انہوں نے لکھا۔

''ان کے نام؟''

''انور سالاری، فاضل گھمن اور تنویر جلال۔''

''انہیں اسی وقت بلالیں، اور خود فون کریں... عملے سے نہ کروائیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' صدر صاحب بولے... اور فون کرنے

لگے ہی تھے کہ انہوں نے اشارہ سے انہیں روک دیا۔ پھر لکھا:

''پہلے آپ دروازے پر موجود گارڈز کو ہدایات دیں کہ آدھ گھنٹے تک کوئی بھی دروازے سے باہر نہ جانے پائے۔ کوئی بھی جانے کی کوشش کرے، اسے روک لیا جائے۔''

انہوں نے فوراً ہدایات دے ڈالیں:

''اب فون کریں انہیں...''

انہوں نے باری باری تینوں کو فون پر ہدایات دیں... جلد ہی تینوں اندر داخل ہوئے اور وہاں ان چاروں کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے... ان میں سے ایک کے چہرے پر گھبراہٹ بھی نظر آئی...

''آئیے آئیے... ان حضرات کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے... یہ آپ سے ملنا چاہتے تھے۔''

''جی... ہم سے... وہ کس لیے۔'' ایک نے کہا۔

''پہلے تو تعارف ہوجائے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اوہ ہاں... جمشید... یہ ہیں انور سالاری، فاضل گھمن اور تنویر جلال... یہ تینوں حضرات میرے خاص امور میں مشیر ہیں...''

''اور حال ہی میں آپ نے ان حضرات سے انصار خومی صاحب کے سلسلے میں مشورہ کیا ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔'' وہ بولے۔

''اب میں آپ تینوں سے مخاطب ہوتا ہوں... قریباً دو گھنٹے پہلے صدر محترم نے مجھے یاد فرمایا تھا... میں نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے ایک لفافہ دیا... جونہی میں اپنے بچوں کے ساتھ باہر نکل کر

کار میں بیٹھا... وہ لفافہ دشمن نے اڑا لیا... اب آگے کی تفصیل سنیے۔''

یہ دیکھ کر کہ انہوں نے پیش آنے والے سارے واقعات مکمل تفصیل سے انہیں سنا دیے۔ آخر خاموش ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے...

''آپ نے یہ سب ہمیں کیوں سنایا ہے؟'' انور سالاری نے پوچھا۔

''اس لیے کہ اس قدر جلد دشمن تین تین... بلکہ نہیں... چار چار طرف حملہ نہیں کرسکتا تھا... یہ اسی صورت میں ممکن ہے... جب اسے کافی دیر پہلے ہی صدر صاحب کے پروگرام کی اطلاع دے دی جائے... اب صدر صاحب نے آپ تینوں سے مشورہ کیا تھا آج صبح... ہمیں انہوں نے بلایا شام کے وقت... لہٰذا دشمن کے پاس منصوبہ بندی کے لیے کافی وقت تھا... اب میں جاننا چاہتا ہوں... آپ تینوں میں سے کس نے انصار خومی کو صدر صاحب کے پروگرام کی اطلاع دی۔''

''کیا مطلب!!!''

تینوں بری طرح اچھلے... ان کے چہروں پر خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆

جال

ان پر چند لمحے سکتے کا عالم طاری رہا... آخر انور سالاری نے کہا:

''آپ نے ہم پر بہت خوفناک الزام عاید کر دیا جناب! اب آپ کو اپنی بات ثابت کرنا ہوگی۔''

''پہلے تو یہ جان لیں کہ میں نے آپ تینوں پر الزام نہیں لگایا... یہ کہا ہے کہ آپ تینوں میں سے کسی ایک نے یہ کام کیا ہے... باقی رہی بات ثبوت کی... اس کے بغیر آپ میں سے ایک کو گرفتار نہیں کیا جائے گا... آپ مطمئن رہیں۔''

''چلیے ٹھیک ہے... کریں پھر ثابت۔''

''میں آپ تینوں کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔''

انہوں نے صدر صاحب کی طرف دیکھا... صدر صاحب بولے:

''اگر آپ میں سے کوئی غدار نہیں ہے تو آپ بے دھڑک تلاشی دے دیں... کیونکہ اس صورت میں انسپکٹر جمشید آپ کے خلاف کوئی بات

کیسے ثابت کر سکیں گے۔'' صدر صاحب مسکرائے۔

''لیکن سر... جیبوں میں تو بعض اوقات ذاتی نوعیت کی چیزیں بھی ہوتی ہیں۔'' تنویر جلال نے منہ بنایا۔

''ہم کسی ذاتی چیز کی طرف توجہ نہیں دیں گے... صرف معاملے سے متعلق چیز کو دیکھیں گے۔''

''ٹھیک ہے... آپ تلاشی لے لیں... کوئی اعتراض نہیں۔'' انور سالاری نے کہا۔

''شکریہ!''

اب انہوں نے پہلے انور سالاری کی تلاشی لی... کوئی خاص چیز برآمد نہ ہوئی... پھر انہوں نے فاضل گھسن کی تلاشی لی... کچھ نہ ملا... اب باری تھی... تنویر جلال کی... اس کی تلاشی شروع ہوئی تو اس کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا... یہ بات وہ پہلے ہی محسوس کر چکے تھے... چنانچہ باریک بینی سے تلاشی لی گئی اور تمام چیزیں نکال کر میز پر ڈھیر کر دی گئیں... وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ان چیزوں میں خفیہ پیغام رسانی کے جدید ترین آلات تھے... اور اس جگہ ہونے والی بات چیت ساتھ ساتھ کسی اور جگہ سنی جا رہی تھی۔

''صدرِ محترم یہ رہے ہمارے غدار صاحب... شاید ان آلات کے ذریعے اس وقت بھی یہاں ہونے والی بات چیت کہیں اور سنی جا رہی ہے... اس وقت اگر پروفیسر داؤد صاحب یہاں ہوتے تو وہ اسی وقت ہمیں اس جگہ لے جاتے۔''

''ہوں... اب آپ کیا کہتے ہیں تنویر جلال صاحب۔''

تنویر جلال کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا...

''آپ دونوں اس معاملے کو اپنے تک رکھیں گے... ٹھیک ہے۔'' انسپکٹر جمشید بقیہ دونوں مشیروں کو گھورتے ہوئے بولے۔

''جی ہاں... ٹھیک ہے۔''

عین اس وقت انسپکٹر جمشید نے ایک عجیب حرکت کی... ان کا ہاتھ تنویر جلال کی کن پٹی پر عجیب انداز سے لگا... ہلکی سی آواز بھی پیدا نہ ہوئی... نہ اس کے منہ سے کوئی چیخ وغیرہ نکلی... بس وہ تیورا کر گرا اور قالین پر گر گیا... وہ بالکل ساکت تھا...

''ہم اب چلتے ہیں... اب آپ جانیں... آپ کو اس کے خلاف کیا کارروائی کرنی ہے... ہم چلے۔'' ساتھ ہی انہوں نے اشاروں میں انہیں سمجھا دیا کہ وہ اسے لے جا رہے ہیں...

صدر صاحب نے سر ہلا کر اجازت دی... کچھ دیر بعد تنویر جلال خفیہ عمارت نمبر 1 میں موجود تھا... باہر خفیہ فورس کے ارکان پوری طرح چوکس تھے اور کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لیے عمارت کے چاروں طرف پوزیشن سنبھال چکے تھے... ایسے میں اگر عمارت پر حملہ ہو جاتا تو وہ حملہ آوروں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے بالکل تیار تھے... ادھر اندر انسپکٹر جمشید نے تنویر جلال کو ایک دوا سنگھائی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور بولا:

''مم... میں کہاں ہوں۔''

''ایک پرسکون جگہ پر۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

ان کی آواز سن کر وہ زور سے اچھلا... پھر ان پر نظر پڑتے

ہی اس کے چہرے پر خوف دوڑ گیا... اس نے چاروں طرف سر گھما کر کمرے کو دیکھا:

''یہ... یہ کمرہ ایوان صدر کا تو نہیں۔''

''وہاں سے آپ کو غداری کی بنیاد پر نکال دیا گیا ہے۔''

''یہ... یہ کون سی جگہ ہے۔''

''اس جگہ کے بارے میں آپ کے گرو انصار خومی کو کچھ معلوم نہیں... البتہ آپ کے موبائل یا دوسرے آلات پر... اس کا پیغام آسکتا ہے... کیوں ٹھیک ہے نا۔''

''ہاں! یہی بات ہے... اور بہت جلد وہ تمہیں موت کی نیند سلا دے گا... اس کے ہاتھ اس قدر لمبے ہیں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''تم تو جانتے ہو... سوچنے میں ہماری مدد کر دو...'' فاروق جلے کٹے انداز میں بولا۔

''اس کا فون آنے کی دیر ہے...''

عین اس لمحے اس کے موبائل کی گھنٹی بجی:

''لو آ گیا فون... اب کر لو بات اس سے۔''

انہوں نے اس کا موبائل اس کے کان سے لگا دیا... البتہ سیٹ اپنے ہاتھ میں رکھا... دوسری طرف سے بار بار ہیلو ہیلو تنویر جلال کہا جا رہا تھا:

''یس سر۔'' اس نے کہا۔

''تم کہاں ہو...''

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے سیٹ اپنے کان سے لگا لیا،

ساتھ ہی محمود، فاروق اور فرزانہ کو اشارہ کیا کہ وہ اسے قابو میں رکھیں... یہ کہتے ہی خود دوسرے کمرے میں آ گئے... ادھر دوسری طرف سے بدستور ہیلو... ہیلو تنویر کہا جا رہا تھا... اب انہوں نے تنویر کی آواز منہ سے نکالی:

''یس سر...''

''تم... کیا بات ہے... بات کرتے کرتے رک کیوں گئے تھے۔''

''سر... صدر صاحب کو مجھ پر شک ہو گیا ہے... میں بڑی مشکل سے ایوان صدر سے نکل سکا ہوں... میرا خیال ہے... جلد ہی میرا تعاقب شروع ہو جائے گا... مجھے بتایئے سر... میں کہاں آؤں... میرے پاس چند بہت اہم راز ہیں... وہ راز آپ کے لیے بہت اہم اور قیمتی ہیں... اگر میں آپ تک نہ پہنچ سکا تو یہ نہ جانے مجھ سے کیا کچھ اگلوا لیں۔''

''فکر نہ کریں... ایسا نہیں ہو گا... تم ان کے ہاتھ نہیں لگو گے... فوراً سونا گھاٹ والے اڈے چلے آؤ... سیدھے ادھر چلے آنا... ہٹ میں روشنی اس بات کی علامت ہو گی کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''او کے سر۔'' انہوں نے کہا اور سیٹ بند کر دیا۔ پھر عمارت کے انچارج کو ہدایات دیں... اور اپنے چہرے پر تنویر جلال کا میک اپ کرنے لگے۔ میک اپ سے فارغ ہوتے ہی انہوں نے اس کا موبائل جیب میں رکھا اور ان تینوں کے ساتھ باہر نکل آئے... اب وہ تنویر جلال کی گاڑی میں اڑے جا رہے تھے... ان تینوں کو انہوں نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ کار میں باتیں نہیں کی جائیں گی... اس لیے کہ انہیں معلوم تھا... کار

میں کس قسم کے خفیہ آلات نصب ہیں...

ایک گھنٹے بعد وہ سونا گھاٹ پہنچ گئے... پروگرام کے مطابق صرف وہ کار سے اترے... محمود، فاروق اور فرزانہ اندر ہی دبکے رہے... پھر جونہی وہ اس ہٹ کے نزدیک پہنچے... انہیں حیرت کا ایک جھٹکا لگا... ہٹ کے اندر سے ایک ڈی ایس پی باہر آرہے تھے۔ ان کا نام خاور بلطانی تھا... ادھر انہوں نے بھی انہیں دیکھ لیا... لیکن وہ تو میک اپ میں تھے۔ ان پر نظر پڑتے ہی خاور بلطانی نے کہا:

''ہیلو تنویر... کیسے ہو؟''

''فسٹ کلاس سر۔'' یہ کہتے ہوئے وہ مسکرا دیے... ڈی ایس پی خاور ان کے پاس سے نکلا چلا گیا... اب انہیں فکر ہوئی کہ کہیں، یہ محمود، فاروق اور فرزانہ کو دیکھ نہ لے... چنانچہ تیزی سے چکر کاٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھے... اس وقت تک ڈی ایس پی وہاں نہیں پہنچے تھے... لہٰذا انہوں نے ان کے نزدیک پہنچتے ہی انہیں اشارہ کیا:

''سیٹوں کے درمیان دبک جاؤ۔''

انہوں نے فوراً عمل کیا... پھر وہ خود بھی کار کی اوٹ میں ہو گئے... ڈی ایس پی کار کے پاس سے گزر کر آگے چلا گیا... اس نے رکنے یا کار کے اندر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی... اسے ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی... وہ تو پہلے ہی تنویر اور اس کی کار کو پہچانتا تھا... اس کا مطلب تھا، اس کا یہاں کافی آنا جانا تھا... اور انصار خومی ان جیسے آفیسر کو بھی اپنے قابو میں رکھتا تھا... تاکہ ضرورت پڑنے پر ان سے کام لے سکے۔

جب ڈی ایس پی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو انسپکٹر جمشید نے انہیں صورتِ حال سمجھائی اور بولے:

''اب تم خود دھیان رکھنا... کوئی اس طرف سے آئے یا اس طرف سے... تم خود کو نظروں میں آنے سے بچانا۔''

''جی اچھا! آپ فکر نہ کریں۔''

''میری طرف سے کوئی اشارہ نہ ملے تو آدھ گھنٹے کے بعد تم جو جی میں آئے کرنا... کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں بھی اندر پھنس گیا ہوں۔''

''جی اچھا۔''

''اچھا... اللہ حافظ۔'' وہ بولے۔

''اللہ حافظ۔'' تینوں کے منہ سے نکلا۔

اب پھر انسپکٹر جمشید اس ہٹ کی طرف بڑھے... ہٹ روشن تھا... وہ بے دھڑک اس میں داخل ہو گئے...

فوراً ہی ان کے اوپر ایک جال گرا اور پھر جال کو فوراً ہی کھینچ لیا گیا... انہیں سنبھلنے کا موقع تک نہ مل سکا... ادھر انہوں نے انصار خومی کا قہقہہ سنا... وہ کہہ رہا تھا:

''دیکھا... میں نہ کہتا تھا... انسپکٹر جمشید... میرے بچھائے ہوئے جال میں ضرور پھنسے گا۔ تنویر جلال نے اپنا کردار بہت خوبی سے ادا کیا... اب اسے عمارت سے نکال لاؤ... پوری فورس لے کر جاؤ... سنا ہے... انسپکٹر جمشید کا یہ خفیہ ٹھکانہ بہت محفوظ ہے... آج اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دو... انسپکٹر جمشید کو معلوم تو ہونا چاہیے... اس کا واسطہ کس سے

پڑا ہے... انصار خومی کیا ہے... آج اسے معلوم ہو جانا چاہیے۔''

ان الفاظ کو سن کر انسپکٹر جمشید دل ہی دل میں مسکرائے... انہیں اس بات کا اندازہ تھا کہ ہو سکتا ہے... یہ ان کے لیے ایک جال ہو... لیکن وہ مجبور تھے... اس کے جال میں پھنسنا ان کی مجبوری تھی... اس لیے کہ ان کے چار اہم ترین ساتھی ... عزیز ترین ساتھی اس کی قید میں تھے... پہلے وہ انہیں آزاد کرانا چاہتے تھے... اس کے لیے وہ اس کے جال میں تو کیا... موت کے منہ میں بھی چھلانگ لگا سکتے تھے... چنانچہ وہ جواب میں کچھ نہ بولے... ادھر انصار خومی کی آواز پھر گونجی:

''انسپکٹر جمشید اکیلے نہیں آئے ... ان کے ساتھ ان کے تینوں بچے بھی آئے ہیں... انہیں یہ باہر کار میں چھوڑ آئے ہیں... تا کہ یہ اندر آ کر پھنس جائیں تو وہ کوئی کام دکھا سکیں... لیکن انصار خومی سے مقابلہ اتنا آسان کہاں... وہ یہ سب کھیل کھیلا ہوا ہے... اس کی تو زندگی یہ کھیل کھیلتے گزر رہی ہے۔''

''او کے باس! آپ فکر نہ کریں... ابھی ہم ان تینوں کو بھی لے آتے ہیں۔''

''انہیں صرف اتنا بتانے کی ضرورت ہے کہ ان کے والد اندر قابو میں آ گئے ہیں... لہٰذا تم بھی سیدھے ان کے پاس چلو...''

''ٹھیک ہے باس۔''

''میں انتظار کر رہا ہوں... اور انسپکٹر جمشید کو لٹکے دیکھ کر خوش ہو رہا ہوں۔''

''ہم بہت جلد ان تینوں کو لے کر حاضر ہوتے ہیں باس۔''

اور پھر انہوں نے بہت سے قدموں کی آواز سنی... وہ بے تابانہ انداز میں ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگے... سوچ رہے تھے... دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ آخر پندرہ منٹ بعد سے بہت قدموں کی آواز نزدیک آتی محسوس ہوئی:

☆☆☆

چھپاکا

''میرے خیال میں ہمارا کار میں بیٹھے رہنا درست نہیں... ہمیں نیچے اتر کر ادھر ادھر چھپ جانا چاہیے... اس لیے کہ اگر اندر ابا جان پھنس جاتے ہیں تو لازمی بات ہے... دشمن ہمیں پکڑنے کے لیے سیدھے کار کی طرف آئیں گے۔'' فرزانہ نے اپنے والد کے جانے کے کچھ ہی دیر بعد کہا۔

''بات معقول ہے... عقل مندی کا تقاضا یہی ہے... یہ بات ماننا پڑتی ہے کہ تم کبھی کبھی عقل مند ثابت ہوتی ہے۔'' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

''سن رہے ہو محمود؟'' فرزانہ نے بھناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں! بالکل سن رہا ہوں... اللہ تعالیٰ نے دو کان دیے ہی سننے کے لیے ہیں... اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے کان بالکل درست ہیں... ان حالات میں بھلا میں کیوں نہیں سنوں گا۔''

''توبہ ہے... ذرا سی بات کا اتنا لمبا جواب۔''

''یہ باتیں تو ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں... پہلے کار سے نیچے اتر چلو۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

انہوں نے سر ہلا دیے... اور کار سے اتر آئے... اب ان

کا رخ ایک چٹان کی طرف تھا:

''یہ بھی خیال رہے... یہاں انصار خومی کا اڈا ہے... لہٰذا ان اطراف سے اس کے لوگ خوب واقف ہوں گے۔ اور اس واقفیت کی بنیاد پر وہ ہمیں بہت آسانی سے گھیر سکیں گے... اس لیے کسی ایسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے... جہاں ہم آسانی سے ان کے قابو میں نہ آسکیں۔'' محمود نے رائے دی۔

''آخر ہم یہی کیوں خیال کر بیٹھے ہیں کہ ابا جان ان کے قابو میں آ جائیں گے... وہ ابا جان ہیں... کوئی موم کی ناک نہیں ہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''بھئی ہم اس نظریے سے بھی جائزہ لے رہے ہیں... کوئی یہ طے نہیں کر چکے ہیں۔'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

''اوہو... وہ... وہ دیکھو... انصار خومی کے بہت سے آدمی چلے آ رہے ہیں... اب اگر یہ سیدھے کار کی طرف آئے تو سمجھ لو... ابا جان پھنس گئے ہیں۔'' فرزانہ بری طرح چونک کر بولی۔

ان کی نظریں آنے والوں پر جم گئیں... وہ اس وقت تک ایک چٹان کی اوٹ لے چکے تھے... اور اس سے ہٹ کی طرف اور کار کی طرف دیکھ رہے تھے... انصار خومی کے آدمی سیدھے کار کی طرف آئے... کار میں انہیں نہ پا کر وہ بری طرح چونکے اور پھر ان میں سے ایک نے کہا:

''یہ لوگ اتنے آسان شکار نہیں ہیں... انہوں نے بڑے بڑوں کو تگنی کے ناچ نچا ڈالے ہیں۔''

"لیکنا نصار بھائی سے ان کا سامنا پہلی بار ہو رہا ہے... اس کے مقابلے میں یہ لوگ شکست کھا کر رہیں گے... تم دیکھ لینا۔"

"انصار بھائی ناراض ہوں گے... ان لوگوں کو تلاش تو کرنا چاہیے... آخر وہ ہیں تو یہیں آس پاس ہی کہیں۔"

"ہاں! یہ بات تو خیر یقین سے کہی جا سکتی ہے۔"

"تو پھر ادھر ادھر انہیں تلاش کریں۔"

وہ ادھر ادھر پھیل گئے... محمود، فاروق اور فرزانہ اس وقت ایسی جگہ موجود تھے... جہاں سے وہ ان سب کو بخوبی دیکھ سکتے تھے... لہٰذا وہ ان کی کوششوں پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے... پھر ان میں سے ایک کو انہوں نے اس چٹان کی طرف آتے دیکھا جس کے سائبان کے نیچے انہوں نے پناہ لے رکھی تھی...

"ہوشیار... ان لوگوں نے ابا جان کو لٹکا رکھا ہے..." فرزانہ سرد آواز میں بولی۔

شاید اس نے ان لوگوں کی آپس کی گفتگو اپنے تیز کانوں سے سن تھی

"فکر نہ کرو..." محمود نے سرگوشی کی۔

"فاروق تمہاری آواز سنائی نہیں دی۔"

"اللہ نے چاہا تو ہم اسے آسانی سے شکار کر لیں گے... اور اس کا شکار ہونا ہمارے لیے دوسرے شکار لے کر آئے گا..."

ایسے میں وہ نزدیک آ گیا... تینوں پہلے ہی گھات میں تھے... وہ ایک ساتھ اس پر ٹوٹ پڑے... انہوں نے اس کے منہ سے آواز نہ نکلنے دی... جلد ہی وہ اسے ریشم کی ڈوری سے کس چکے تھے... اور منہ پر

ٹیپ چپکا چکے تھے... محمود نے جیب سے پستول نکال لیا... پہلے تو اس نے پستول اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا... پھر اس کا دستہ اس کے سر پر آہستہ آہستہ دو تین بار بجایا... تب اس کے کان کے قریب منہ کر کے دبی آواز میں بولا:

"کیا حال ہے پیارے بھائی۔"

"اوہ... اوہ... اوہ۔" اس نے بولنے کی کوشش کی... لیکن ٹیپ کی وجہ سے بس اوہ اوہ کر سکا۔

"تو ہمارے والد صاحب ہٹ میں لٹکے ہوئے ہیں... سر ہلا کر جواب دو، ہاں میں یا نہ میں۔"

اس نے ہاں میں سر ہلا دیا:

"تم کتنے آدمی ہماری تلاش میں نکلے ہو... میں انگلیاں تمہارے سامنے اٹھاتا ہوں..." محمود نے کہا اور انگلیاں اٹھانے لگا... دس انگلیوں پر اس نے زور زور سے سر ہلا دیا۔ گویا ان کی تلاش میں دس نکلے تھے... ان میں سے ایک ان کے قبضے میں آ چکا تھا... اب محمود نے پوچھا:

"اور ہٹ میں اب اور کتنے لوگ موجود ہیں... میں پھر انگلیاں اٹھاتا ہوں۔" یہ کہ کر اس نے بار بار انگلیاں اٹھائیں... اس نے دس پر سر ہلایا... گویا ابھی ہٹ میں بھی دس آدمی اور تھے... اور اس کا مطلب تھا... یہاں باس کے کل بیس آدمی تھے... گویا انہیں بیس اکیس آدمیوں سے جنگ کرنا تھی...

"ہمارے والد صاحب کس چیز سے لٹکے ہوئے ہیں... کیا کسی جال سے؟"

جواب میں اس نے پھر زور زور سے سر ہلایا:

''ہمارے والد جال میں لٹکے ہوئے ہیں... اس قدر آسانی سے وہ اسی لیے قابو میں آ گئے... کہ ان پر جال گرایا گیا تھا... مطلب یہ کہ جونہی وہ عمارت کے اندر داخل ہوئے... جال ان پر آ گرا... اور اس کا مطلب ہے... ہمارے استقبال کی تیاریاں پہلے ہی کر لی گئی تھیں۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

''اس میں شک نہیں اور یہی اس کیس کی عجیب بات ہے...''

محمود نے سر ہلایا۔

''لیکن اب اس میں عجیب بات کہاں رہ گئی... ہم جان چکے ہیں کہ ایسا تنویر جلال کی غداری کی وجہ سے ہوا ہے... اور ظاہر ہے... وہ صدر صاحب کا مشیر تھا... اوہ... ارے باپ رے... ایک ساتھ تین دشمن اس چٹان کی طرف بڑھ رہے ہین، غالباً انہیں اپنے ساتھی کے گم ہونے کا پتا چل گیا ہے۔''

''پھر... پھر اب کیا کریں۔''

''کچھ بھی نہیں... ایک ایک پتھر ہاتھوں میں اٹھا لو... اور پتھروں کو تولنا شروع کر دو... جونہی یہ لوگ ہماری زد میں آئیں... ان پر پتھر پھینک مارنا۔''

''اس طرح ان کے منہ سے چیخیں نکلیں گی۔''

''کوئی پروا نہیں... اس کے سوا ہمارے پاس چارہ بھی تو کوئی نہیں... دیکھو نا... ہمارے پتھر کھا کر یہ تینوں گریں گے... ایک پہلے ہی زمین چاٹ چکا ہے... باقی رہ گئے چھ... جب ان کی وہ چیخیں سنیں گے تو

لازمی بات ہے... اس طرف آئیں گے اس طرح وہ بھی زد میں آئیں...

''ہوں ٹھیک ہے۔''

تینوں دشمن نزدیک آئے تو انہوں نے تاک کر پتھر دے مارے۔ وہ تیورا کر گرے۔ ان کی چیخیں بلند ہو گئیں... ساتھ ہی ان کے باقی ساتھی بدحواسی کے عالم میں ان کی طرف دوڑ پڑے... اور یہی ان کی غلطی تھی... وہ آسانی سے ان کی زد پر آ گئے... ان کے سروں پر پڑنے والے پتھروں نے انہیں فوراً لمبا لٹا دیا...

''ہٹ تک میدان صاف ہے۔'' فاروق بول اٹھا۔

''لیکن وہاں بھی دس دشمن اور ہیں... اور گیارہواں خود باس ہو گا... یعنی انصار خومی۔''

''کچھ بھی ہو... اندر ابا جان جال سے لٹکے ہوئے ہیں... ہم باہر کس طرح رہ سکتے ہیں...'' فرزانہ نے کہا اور جوش کے عالم میں ہٹ کی طرف دوڑ پڑی۔

محمود اور فاروق نے اس کا ساتھ دیا... دروازہ ابھی تک چوپٹ کھلا تھا... وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گئے... فوراً ہی ان پر بھی جال گرا اور ان تینوں کو اوپر اٹھاتا چلا گیا... یہاں تک کہ وہ چھت سے جا لگے۔

''یہ تو ہم اس طرح چھت سے آ لگے ہیں، جیسے بچوں کے ہاتھوں سے گیس کے غبارے چھوٹ جائیں اور وہ چھت سے جا لگتے ہیں۔'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

انہیں اس حالت میں بھی ہنسی آ گئی... ادھر ایک آواز ابھری:

''بس... انہیں سمندر میں غرق کر دو... ان کے جسموں کے ساتھ

وزن باندھ کر سمندر میں چھوڑ دو... ان کے جسم مچھلیوں کے کام آئیں گے... میرے راستے میں آنے والوں کو شایانِ شان موت دی جاتی ہے... یہ میرا پرانا اصول ہے۔''

اس کے ساتھ ہی آواز بند ہو گئی... پندرہ منٹ بعد قدموں کی آواز ابھری، پھر کسی نے کہا:

''ارشو! ہم ان لوگوں کو اس طرح نہیں باندھیں گے۔''

''تب پھر؟''

''سنا ہے... یہ لوگ خطرناک ہیں... اور ہم خطرات مول لینے کے عادی نہیں ہیں... ہمارے استاد نے ہمیں یہ سبق پڑھایا ہی نہیں... لہٰذا پہلے گیس چھوڑ کر انہیں بے ہوش کر دو... جب یقین ہو جائے کہ بے ہوش ہو چکے ہیں، تب انہیں جال سے نکال کر باندھنا... پھر لانچ پر سوار کر دو گے، ان کے جسموں سے وزن بندھوا دینا... تاکہ باس کی خواہش پوری ہو جائے۔''

''او کے استاد... آپ فکر نہ کریں۔''

جلد ہی انہیں گیس کی بو محسوس ہونے لگی... انہوں نے سانس روک لیے... اور ان کی کوشش تھی کہ گیس چھوڑے جانے کے عمل تک وہ سانس روکے رہیں... ادھر ان کے دشمن بھی انہیں کوئی موقع نہیں دینا چاہتے تھے... لہٰذا انہوں نے گیس چھوڑنے کا عمل جاری رکھا... یہاں تک کہ کسی نے کہا:

''بس کرو ارشو... کہیں یہ لوگ یہیں نہ مر جائیں۔''

''یہ تو اور اچھا ہے... ہمیں محنت مشقت نہیں کرنا پڑے گی...''

''لیکن باس کی خواہش کا کیا ہو گا... بھئی ان کی لاشوں سے وزن باندھ کر سمندر میں چھوڑ دیں گے۔''

''لیکن جو مزہ زندہ لوگوں کو سمندر میں گرانے کا ہے... وہ مردہ لوگوں کو گرانے میں کہاں۔''

''مجبوری ہے... ہم خطرہ مول نہیں لینا چاہتے۔''

''جیسے تمہاری مرضی...''

آخر گیس چھوڑنے کا عمل ختم ہوا... اب جال نیچے اتارے گئے یہاں تک کہ انہیں جال سے باہر نکال کر رسیوں سے باندھا جانے لگا... جب چاروں کو باندھ دیا گیا... تب انہیں اٹھا کر ایک لانچ تک لایا گیا... پھر لانچ کے عرشے پر لٹا دیا گیا...

''جاؤ ارشو... مجھے ان کی موت کے منظر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے... بس تم اپنا کام پوری چابک دستی سے کرنا...''

''فکر نہ کرو استاد... آپ کو جلد فون کروں گا۔''

ساتھ ہی لانچ کی آواز سنائی دی... گویا لانچ سمندر میں گہرے پانی کی طرف روانہ ہو رہی تھی... ان کا یہ سفر نصف گھنٹے تک جاری رہا... پھر لانچ رک گئی اور لانچ ڈرائیور کی آواز سنائی دی:

''ہم زیادہ سے زیادہ گہرائی کے حلقے میں پہنچ گئے۔''

''ٹھیک ہے... اب ان کے جسموں سے لوہے کی وزنی سلاخیں باندھو... یہ ٹھیک رہے گا... سلاخیں انہیں پوری گہرائی تک لے جائیں گی اور ان کی لاشوں کو بھی ابھرنے نہیں دیں گی...''

''شروع کرو۔''

دس کے قریب آدمی ان کے جسموں سے سلاخیں باندھنے کے لیے آگے بڑھے... اچانک ایک چھپاکے کی آواز سنائی دی:

''ارے ارشو... کیا ہوا تمہیں۔'' اس کا ساتھی چلایا... انہوں نے دیکھا... ارشو پانی میں غوطے کھا رہا تھا... اسے تیرنا نہیں آتا تھا۔

''ب... بچاؤ... بچاؤ... مجھے تیرنا نہیں آتا۔''

''کیا واقعی ارشو۔'' ان میں سے ایک نے چونک کر کہا۔

''ہاں جانو... جلدی کرو... پانی میں چھلانگ لگا دو... اور مجھے بچالو۔''

''لل... لیکن... لیکن...'' جانو ہکلایا۔

''کک... کیا ہوا؟'' ارشو چلا اٹھا۔

''ارشو... تیرنا تو مجھے بھی نہیں آتا۔'' جانو نے بوکھلا کر کہا۔

''کیا!!!'' ارشو کی آخری چیخ سنائی دی... اور پھر اس کے ساتھیوں نے اسے ڈوبتے دیکھا... وہ لانچ پر کھڑے اسے ڈوبتے دیکھ رہے تھے...

ایسے میں ایک اور چھپاکا ہوا۔

☆☆☆

ہوٹل

''ہائیں... یہ کیا... جانو... تمہیں کیا ہوا... تم کیسے سمندر میں گر پڑے۔''

''ب... بچاؤ... مجھے بچاؤ سائی... مم... میں... میں ڈوب جاؤں گا... مجھے تیرنا نہیں آتا۔''

''ارے باپ رے۔''

اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے جانو بھی پانی کے نیچے چلا گیا:

''یہ... یہ کیا ہو رہا ہے۔''

''آخر یہ دونوں سمندر میں کیسے جا گرے۔''

''کک... کہیں یہ ان میں سے کسی کا کام تو نہیں... ہمیں پہلے ہی خبردار کر دیا گیا تھا کہ یہ لوگ خطرناک ہیں...''

''اور اسی لیے ہم نے انہیں پہلے گیس کے ذریعے بے ہوش کیا... پھر باندھا... اب ان کے جسموں سے سلاخیں باندھنے جا رہے تھے کہ یہ دو حادثے ہو گئے... سوال یہ ہے کہ یہ گر کیسے گئے۔ ہم تو کچھ بھی نہیں

دیکھ سکے...''

''اب... سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے۔''

''ہمیں حکم کی تعمیل تو کرنا ہوگی... آؤ... لوہے کی سلاخیں۔''

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت ایک اور چھپا کا ہوا تھا... ان کا ایک اور ساتھی پانی میں ڈبکیاں کھاتا، ہاتھ پاؤں مارتا نظر آیا... ساتھ ہی وہ چلایا۔

''بچاؤ... مجھے بچاؤ۔''

وہ بچاتے کیسے... ان میں سے کسی کو تیرنا آتا تو پہلے ہی بچانے کی کوشش کر چکے ہوتے... ابھی وہ سکتے کے عالم میں کھڑے تھے کہ ان کے سروں پر لوہے کی سلاخ تڑاتڑ لگتی چلی گئی... آن کی آن میں وہ سب گر کر تڑپنے لگے... اس وقت انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری:

''چلو چھٹی ہوئی... یہ کہتے ہوئے انہوں نے سلاخ نیچے گرادی اور لگے ہاتھ جھاڑنے... پھر انہوں نے محمود کے جوتے کی ایڑی میں سے چاقو نکال کر ان کی رسیوں کو کاٹ ڈالا... اور پھر بولے:

''ان بے چاروں کو کیا معلوتھا کہ میں کئی منٹ تک سانس روک سکتا ہوں... لہٰذا گیس کا اثر مجھ پر کیوں ہوتا... اور پھر جب یہ ہمیں باندھ رہے تھے... تو اس وقت میں نے اپنے ہاتھوں کے درمیان فاصلہ رکھا تھا... اس بات کا انہیں پتا تک نہ چلا... چلتا بھی کیسے... ان کے خیال میں تو میں بے ہوش تھا... اور بے ہوش آدمی تو ایسی کوئی کوشش کر نہیں سکتا تھا...''

''اب رہ گیا لانچ ڈرائیور... اس کا کیا کریں۔'' محمود بولا۔

''اس سے بھی بات کر لیتے ہیں... لانچ چلانا ہمیں آتا ہے...'' یہ کہ کر انسپکٹر جمشید ڈرائیور کے کیبن میں چلے گئے... وہ بت بنا بیٹھا تھا... اس نے شیشے سے یہ سارا منظر دیکھا تھا... انہیں نزدیک آتے دیکھ کر اس کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا... اس کی حالت دیکھ کر انہوں نے نرم ملائم لہجے میں کہا:

''اگر تم قانون کا ساتھ دو تو سمندر میں ڈوبنے سے بچ سکتے ہو۔''

''قانون کا ساتھ دینے کی صورت میں انصار بھائی مجھے کب چھوڑے گا... اس کے ہاتھ کس قدر لمبے ہیں... اس کا آپ کو اندازہ نہیں۔''

''یہ تم مجھ پر چھوڑ دو... تمہیں اس کے ہاتھوں سے بچانا میرا کام ہوگا۔''

''آپ اسے نہیں جانتے۔'' اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''تو تم بھی مجھے نہیں جانتے...'' وہ مسکرائے۔

''اچھی بات ہے... میں قانون کا ساتھ دوں گا... اگرچہ جانتا ہوں... میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتا... اور صرف ساتھ دینے کا ارادہ بھی میرے لیے تباہ کن ہوگا... وہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔''

''تمہارا مطلب ہے... انصار خومی۔''

''جی... انصار خومی...'' اس نے کہا۔

''ہوں... یہ تو خیر ٹھیک ہے... خیر... ہم خود دیکھ لیں گے... آپ کی حفاظت کے لیے ہمیں آپ کو محفوظ جگہ پہنچانا ہوگا... اور

دیکھ سکے...''

''اب... سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے۔''

''ہمیں حکم کی تعمیل تو کرنا ہوگی... آؤ... لوہے کی سلاخیں۔''

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت ایک اور چھپا کا ہوا تھا... ان کا ایک اور ساتھی پانی میں ڈبکیاں کھاتا، ہاتھ پاؤں مارتا نظر آیا... ساتھ ہی وہ چلّایا۔

''بچاؤ... مجھے بچاؤ۔''

وہ بچاتے کیسے... ان میں سے کسی کو تیرنا آتا تو پہلے ہی بچانے کی کوشش کر چکے ہوتے... ابھی وہ سکتے کے عالم میں کھڑے تھے کہ ان کے سروں پر لوہے کی سلاخ تڑاتڑ لگتی چلی گئی... آن کی آن میں وہ سب گر کر تڑپنے لگے... اس وقت انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری:

''چلو چھٹی ہوئی... یہ کہتے ہوئے انہوں نے سلاخ نیچے گرا دی اور لگے ہاتھ جھاڑنے... پھر انہوں نے محمود کے جوتے کی ایڑی میں سے چاقو نکال کر ان کی رسیوں کو کاٹ ڈالا... اور پھر بولے:

''ان بے چاروں کو کیا معلو تھا کہ میں کئی منٹ تک سانس روک سکتا ہوں... لہٰذا گیس کا اثر مجھ پر کیوں ہوتا... اور پھر جب یہ ہمیں باندھ رہے تھے... تو اس وقت میں نے اپنے ہاتھوں کے درمیان فاصلہ رکھا تھا... اس بات کا انہیں پتا تک نہ چلا... چلتا بھی کیسے... ان کے خیال میں تو میں بے ہوش تھا... اور بے ہوش آدمی تو ایسی کوئی کوشش کر نہیں سکتا تھا...''

''اب رہ گیا لانچ ڈرائیور... اس کا کیا کریں۔'' محمود بولا۔

''اس سے بھی بات کر لیتے ہیں... لانچ چلانا ہمیں آتا ہے...'' یہ کہ کر انسپکٹر جمشید ڈرائیور کے کیبن میں چلے گئے... وہ بت بنا بیٹھا تھا... اس نے شیشے سے یہ سارا منظر دیکھا تھا... انہیں نزدیک آتے دیکھ کر اس کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا... اس کی حالت دیکھ کر انہوں نے نرم ملائم لہجے میں کہا:

''اگر تم قانون کا ساتھ دو تو سمندر میں ڈوبنے سے بچ سکتے ہو۔''

''قانون کا ساتھ دینے کی صورت میں انصار بھائی مجھے کب چھوڑے گا... اس کے ہاتھ کس قدر لمبے ہیں... اس کا آپ کو اندازہ نہیں۔''

''یہ تم مجھ پر چھوڑ دو... تمہیں اس کے ہاتھوں سے بچانا میرا کام ہوگا۔''

''آپ اسے نہیں جانتے۔'' اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''تو تم بھی مجھے نہیں جانتے...'' وہ مسکرائے۔

''اچھی بات ہے... میں قانون کا ساتھ دوں گا... اگرچہ جانتا ہوں... میں آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتا... اور صرف ساتھ دینے کا ارادہ بھی میرے لیے تباہ کن ہوگا... وہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔''

''تمہارا مطلب ہے... انصار خومی۔''

''جی... انصار خومی...'' اس نے کہا۔

''ہوں... یہ تو خیر ٹھیک ہے... خیر... ہم خود دیکھ لیں گے... آپ کی حفاظت کے لیے ہمیں آپ کو محفوظ جگہ پہنچانا ہوگا... اور

جب تک ہم اس کیس سے فارغ نہیں ہو جاتے... اس وقت تک آپ وہیں چھپے رہیں گے۔''

''ہوں اچھی بات ہے... اس کے باوجود میں خوف زدہ رہوں گا۔''

''اس کی ضرورت نہیں... ہم لوگ چکر لگاتے ہیں... آپ کو تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیں گے...'' انہوں نے کہا۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔'' اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

''دیکھیے... آپ کو ڈرنے، گھبرانے اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں... آپ کا بچاؤ ہم نے اپنے ذمے لیا ہے... ہم ان شاء اللہ آپ کی اس حد تک مدد کریں گے کہ آپ خود کو محفوظ خیال کرنے لگیں گے۔''

''اچھی بات ہے... دیکھا جائے گا... اب جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔''

''تو پھر ہمیں ساحل پر لے چلیں۔'' وہ بولے۔

''اچھی بات ہے... اس نے کہا۔

اب وہ لانچ میں ساحل کی طرف روانہ ہوئے... سب خاموش تھے... کیونکہ اگرچہ وہ بچ گئے تھے... لیکن خود کو بچانے کے لیے انہوں نے تقریباً بیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا... اور ایسی صورت انہیں غمگین کر دیتی تھی... دوسرے یہ کہ وہ ابھی تک انصار خومی تک نہیں پہنچ سکے تھے... نہ ان کے ساتھیوں کا کوئی سراغ ملا تھا... ہٹ میں ان کے ساتھی نہیں تھے... ان کا خیال آنے پر انسپکٹر جمشید نے ڈرائیور سے

کہا:

''کیا آپ ہمیں انصار خومی کے کسی دوسرے خفیہ ٹھکانے تک لے جا سکتے ہیں۔''

''جی نہیں... میرا تعلق تو صرف لانچ سے ہے... یعنی سمندر کی سیر وغیرہ کرانا میرا کام ہے یا سمندر میں کوئی کام ہو تو میری ضرورت پیش آتی ہے... یہ لانچ بھی باس کی اپنی ہے... اور انہوں نے مجھے اس پر بطور ڈرائیور رکھا تھا... اس وقت میرا تصور ان کے بارے میں وہی تھا... جو عوام کا ہے... لوگ تو یہی سمجھتے ہیں نا کہ انصار خومی بہت بڑا سیاست دان ہے... اس کی بہت بڑی سیاسی جماعت ہے... اور یہ کہ وہ بہت نیک نام ہیں... اس طرح میں نے ان کی ملازمت کر لی... میں اس ملازمت سے کچھ ہی مدت پہلے بدظن ہوا ہوں... لیکن ملازمت چھوڑنا بھی موت کو آواز دینا تھا... اس لیے خاموش رہا...'' اس نے ساری بات بتا دی۔

''ہوں... ٹھیک ہے... آپ بس ہمیں ساحل تک پہنچا دیں... اور ہمارے ساتھ شہر چلیں... پہلے ہم آپ کی حفاظت کا انتظام کریں گے... پھر اپنے معاملے کی طرف آئیں گے۔''

''آپ کا بہت بہت شکریہ... آپ بہت اچھے ہیں۔''

''یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے... اللہ تعالیٰ نے آپ پر رحم فرمایا ہے... ورنہ آپ ساری زندگی اس شخص کی غلامی کرتے رہتے... یہ بھی بتاتا چلوں کہ آپ کو روزگار کے سلسلے میں بھی پریشان ہونے نہیں ہونا چاہیے... اس کے سلسلے میں بھی ہم آپ کی مدد کریں گے... اور کسی لانچ کی ڈرائیوری دلوا دیں گے۔''

''اللہ آپ کا بھلا کرے۔'' وہ خوش ہو گیا۔

اسے محفوظ جگہ پر پہنچا کر اور ہدایات دے کر وہ آئی جی صاحب کے دفتر پہنچے... وہ انہیں دیکھ کر چونکے... پھر بولے:

''میں یہ جاننے کے لیے بے تاب ہوں کہ تم کہاں تک پہنچے۔''

''کافی کچھ ہو جانے کے باوجود ہم ابھی تک وہیں... جہاں سے چلے تھے۔''

''کیا مطلب؟'' انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

اب انسپکٹر جمشید نے ساری تفصیل سنا دی... آئی جی صاحب حیرت زدہ انداز میں سنتے رہے... آخر ان کے خاموش ہونے پر بولے:

''یہ تو کچھ بھی نہیں ہوا... ہمارے ساتھی بھی آزاد نہیں ہوئے۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے... اس کا شکار اس قدر آسان نہیں... لیکن بہر حال ہم پھر اس کی تلاش میں نکل رہے ہیں... لیکن اب ذرا ہم دوسرا طریقہ اختیار کریں گے...''

''دوسرا طریقہ...؟'' وہ سوالیہ انداز میں بولے۔

''جی ہاں... لیکن ہم آپ کو اپنے دوسرے طریقے کے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گے۔''

''خیر... تم جانو... تمہارا کام جانے... پہلی ناکامی رہی شان دار۔ کیا خیال ہے۔''

''جی ہاں! لیکن سر... شان دار ناکامیاں ہی تو شان دار کامیابیوں تک لے جاتی ہیں۔'' وہ مسکرائے۔

''یہ بھی ٹھیک ہے۔''

ان سے اجازت لے کر وہ باہر آ گئے... اور سیدھے گھر پہنچے... بیگم جمشید کے بغیر انہیں گھر بالکل اجاڑ لگا... وہ بے تاب ہو گئے... انہوں نے گھر کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر لیں... پھر سارے گھر کی باریک بینی سے تلاشی لی... تلاشی اس خیال سے لی کہ ان کی عدم موجودگی میں کہیں انصار خومی کے آدمیوں نے خفیہ آلات نہ نصب کر دیے ہوں اور جو کچھ وہ کریں... اس کے بارے میں اسے معلوم نہ ہو جائے... اچھی طرح اطمینان کر لینے کے بعد وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے... رات گئے ان کا کام ختم ہو سکا... پھر رات کے پچھلے پہر وہ گھر کے خفیہ راستے سے باہر نکلے... اس راستے سے نکلتے ہوئے انہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

جلد ہی وہ ایک ہوٹل میں داخل ہوئے تھے... ہوٹل کا نام سیون اسٹار تھا... وہ سیدھے کاؤنٹر پر پہنچے:

''ہم نے دو بڑے کمرے بک کرائے تھے... کمرہ 111، 112۔''

''آپ کے نام۔''

''پروفیسر عابدی... اور یہ ہیں میرے بچے ہیں۔''

''ایک منٹ جناب۔''

کاؤنٹر کلرک نے رجسٹر کھول کر دیکھا، پھر بولا:

''جی ہاں! آپ کے نام سے یہ دونوں کمرے بک ہیں...''

ضروری کارروائی کے بعد وہ بیروں کے ساتھ اپنے کمروں

تک پہنچے ... سامان وغیرہ سیٹ کرتے صبح کی نماز کا وقت ہو گیا ... انہوں نے نماز ادا کی ... پھر ناشتے کا آرڈر دیا ... جلد ہی کال بیل بجی ...

''دروازہ کھول دو بھئی ... ناشتا آ گیا ہے شاید۔'' وہ بولے۔

محمود نے اٹھ کر دروازہ کھول ڈالا ... فوراً ہی چار قد آور نوجوان بے دھڑک اندر داخل ہوئے اور انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا:

''کیا مطلب؟'' وہ ایک ساتھ بولے۔

''ہر بات کا مطلب بتائیں گے ... فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ...''

ان میں سے ایک نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ!''

''لیکن پہلے تو آپ کو بتانا ہوگا ... آپ کون ہیں۔''

''ہمیں کاظمی نے بھیجا ہے۔'' انسپکٹر جمشید پر سکون آواز میں بولے ... لیکن اس سیدھے سادے جملے کا ردِ عمل عجیب ہوا ... وہ چاروں زور سے اچھلے اور ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

''کیا!!!''

☆☆☆

نواب

چند لمحے تک وہ ایک دوسرے کو گھورتے رہے ... آخر ان چار میں سے ایک نے کہا:

''کیا کہا آپ نے ... آپ کو کاظمی نے بھیجا ہے ... یہ ہمارے سوال کا عجیب ترین جواب ہے ... میں نے پوچھا تھا ... آپ کون ہیں ... جواب میں آپ نے کہا ... آپ کو کاظمی نے بھیجا ہے ... ہماری ڈیوٹی تو صرف اتنی ہے کہ اس ہوٹل میں آ کر ٹھہرنے والے ہر مسافر کو چیک کریں ... اس کی طرف سے اطمینان کریں ... کیونکہ یہ بات پورے شہر میں زبردست طریقے سے مشہور ہے کہ یہ ہوٹل انصار خومی کا ہے ... اب یہاں ہر طرح کے لوگ آ سکتے ہیں ... ان میں انصار خومی کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں ... لہٰذا ہر ٹھہرنے والے کو چیک کرنا ہماری ذمے داری ہے۔''

''تو کیا آپ سب کو چیک کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو یہاں ٹھہرنے والے ایک بار کے بعد دوبارہ تو یہاں آتے نہیں ہونگے۔ انہیں خاص بے عزتی ہے یہ تو ... کہ آپ کمروں میں دندناتے ہوئے گھس آئیں !! نہایت ہی نامناسب طریقہ ہے یہ ...''

”یہاں تو ایسا ہی ہوتا ہے...“

”اچھا تو پھر کریں چیک۔“ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”آپ نے اپنا کیا نام بتایا؟“

”پروفیسر عابدی۔“

”تو پروفیسر عابدی صاحب... سب سے پہلے ہم آپ کے چہروں کا جائزہ لیں گے... اگر آپ میک اپ میں نہیں ہیں... تب تو بڑی حد تک ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ درست آدمی ہیں... اس کے بعد تو بس ہم سرسری تلاشی لیں گے... لیکن اگر آپ لوگ میک اپ میں ہوئے اور آپ کے اصل چہرے اور ہیں... تب ہمیں کسی قسم کی چیکنگ کی ضرورت نہیں رہ جائے گی...“

”اس صورت میں آپ کیا کریں گے۔“

”آپ کو ہوٹل سے جانے پر مجبور کر دیں گے... یا پھر آپ ہمارا اطمینان کرائیں گے۔“

”اچھی بات ہے... میں خود ہی بتائے دیتا ہوں... ہم میک اپ میں ہیں۔“

”کیا!!!“ وہ چلا اٹھے۔

”جی ہاں! یہی بات ہے... لیکن ہم نے یہ میک اپ کاظمی کے کہنے پر کیا ہے۔“

”آپ پہلے بھی کاظمی کا نام لے چکے ہیں... چلیے آپ صرف اس بات کی تصدیق کرا دیں... پھر ہم آپ سے کچھ نہیں پوچھیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔“

اب انہوں نے جیب سے موبائل نکالا، اس پر نمبر ڈائل کیے... جلد ہی کسی کی آواز ابھری... وہ فوراً بولے:

”ہیلو کاظمی صاحب... یہ لوگ تصدیق چاہتے ہیں۔“

دوسری طرف کا جواب سن کر انہوں نے فون اسے دے دیا جواب تک ان سے بات کرتا رہا تھا...

”ہیلو کون صاحب... اوہ اچھا کاظمی صاحب... یہ پروفیسر عابدی ہمارے ہوٹل میں آ کر ٹھہرے ہیں... ہیں بھی میک اپ میں۔“

وہ دوسری طرف کا جواب سنتا رہا... پھر بولا:

”بس ٹھیک ہے... آپ نے اطمینان دلا دیا... اب ہم کیوں ان کا میک اپ اتاریں گے...“ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

”ٹھیک ہے پروفیسر صاحب... اب آپ بے فکری سے یہاں رہیں... آپ کو کوئی نہیں پوچھے گا... میں ابھی نیچے جا کر رجسٹر میں اندراج کر دیتا ہوں کہ آپ کی اور آپ کے کمروں کی چیکنگ ہو چکی ہے...“

”بہت بہت شکریہ! آپ کا نام؟“

”نادم کپاڈیہ کہتے ہیں۔“

یہ کہتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے نکل گیا:

”سوال یہ ہے کہ اس ہوٹل میں لوگ میک اپ میں کیوں آ کر ٹھہرتے ہیں۔“

”یہ ہوٹل دراصل جرائم پیشہ لوگوں کے چھپنے کی جگہ ہے... انصار خومی کا ہوٹل ہے... لہٰذا اس کی چیکنگ نہیں ہوتی... کوئی اکھڑ قسم کا

پولیس آفیسر تلاشی کے لیے آجائے تو اسے غائب کر دیا جاتا ہے اور پولیس خود اسے تلاش کرتی رہ جاتی ہے... لیکن اس کی لاش تک نہیں ملتی... اب جب تک لاش نہ ملے... قتل کا کیس ثابت نہیں ہوتا... پھر ایسے گواہ ان کے پاس موجود ہیں جو عدالت میں بیان دیتے ہیں کہ... فلاں پولیس آفیسر اتنے بجے ہوٹل میں آئے تھے... اور اتنے بجے ہم نے انہیں واپس جاتے ہوئے دیکھا... پولیس کے پاس کوئی گواہ نہیں ہوتا جو یہ کہہ سکے کہ اس نے آفیسر کو اندر جاتے ہوئے تو دیکھا ہے... باہر آتے ہوئے نہیں دیکھا... اس طرح ہوٹل کی انتظامیہ پر کیس نہیں بنتا... پولیس بنا بھی لے آئے تو انصار خومی کے وکیل اس کو ہوا میں اڑا دیتے ہیں... ایسی ہی باتیں ہیں... جن کی بنیاد پر یہ لوگ محفوظ رہتے ہیں... اور اب تنگ آکر صدر صاحب نے یہ کیس ہمارے حوالے کیا ہے... لیکن جونہی یہ قدم اٹھایا گیا ... دیکھ لو... وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ حرکت میں آگیا ہے... ایک طرف تو ہمیں اپنے ساتھیوں کی فکر ہے... دوسری طرف ہمیں اس کا انتظام کرنا ہے...'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا... وہ یہ ساری بات چیت سرگوشی میں کر رہے تھے۔

''آپ کے ہاتھ میں کیس رہا تو ان کے خلاف ثبوت حاصل کر لینے کے امکانات روشن ہو جائیں گے... پھر آپ کو یہ حکم کیوں دیا گیا ہے...''

''میں سمجھ گیا... دراصل صدر صاحب ڈرتے ہیں کہ کہیں ثبوت پھر ناکام نہ ہو جائے... اور ہمیشہ کی طرح وہ پھر عدالت سے باعزت بری نہ کر دیا جائے... اس سلسلے میں ایک خفیہ بات اور بھی ہے۔'' ان کی آواز

اور نیچی ہوگئی۔

''اور وہ کیا ابا جان۔'' وہ آگے کو جھک آئے۔

''عدالتوں میں بھی کچھ جج صاحبان اس کے حامی ہیں... بلکہ خفیہ طور پر اس کی جماعت میں شامل ہیں... وہ ان سے اپنی مرضی کے فیصلے کرا لیتا ہے... اگر اس کا کیس ان ججوں سے ہٹ کر کسی اور جج کی عدالت میں لگتا ہے... تو لکھ کر دے دیتے ہیں کہ اس جج سے ہمیں انصاف کی امید نہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''یہی وجہ ہے کہ صدر صاحب نے مجھے ایک ایسا حکم دیا... جیسا حکم دینا ان کی عادت نہیں... نہ وہ ایسا حکم دینے کا اختیار رکھتے ہیں... نہ میں اس حکم کی تعمیل کرنے کا پابند ہوں... لیکن اس وقت... ان حالات میں دیکھا جائے گا کہ ملک اور قوم کے حق میں مفید بات کیا ہے... دراصل ملک کی کچھ منہ زور انٹیلیجنس ایجنسیاں اس کی مدد بھی کرتی ہیں۔

''ہوں... پوری بات سمجھ میں آگئی... لیکن سوال یہ ہے کہ آپ یہاں اس ہوٹل میں کس لیے آئے ہیں... یہ ٹھیک ہے کہ یہ ہوٹل انصار خومی کا ہے... لیکن یہاں بھلا ہم کیا کر سکیں گے...''

''میں نے اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر رکھی ہیں ... وہ ہر ہفتے کی رات اس ہوٹل میں گزارتا ہے... یہ اس کا سالہا سال کا معمول ہے... اور اس معمول میں آج تک ناغہ نہیں ہوا... لیکن یہ بات بہت ہی کم لوگوں کو معلوم ہے... بلکہ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ زیادہ عرصہ بیرون ملک گزارتا ہے... اتنے کم لوگوں کو کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے...

یہاں تک کہ خود اس ہوٹل کے بھی صرف اعلیٰ ترین سطح کے دو تین آدمیوں کو معلوم ہوگا... وہ یہاں آکر کرتا کیا ہے... یہ مجھے اپنے ذرائع سے معلوم نہیں ہو سکا... اور آج اتفاق سے ہفتہ ہے... ہم یہ رات جاگ کر گزاریں گے... ہمیں دیکھنا ہے کہ انصار خومی یہاں کب آتا ہے... اور کیا کرتا ہے۔''

''لیکن ہمیں کس طرح پتا چلے گا... ظاہر ہے... وہ میک اپ میں آتا ہوگا۔''

عین اس لمحے موبائل پر کلک کی آواز ابھری... انہوں نے موبائل آن کیا اور کان سے لگا لیا... دوسری طرف ان کے خفیہ کارکن نمبر ایک کی آواز سنائی دی... اس نے خفیہ الفاظ میں کہا:

''انصار خومی اپنی کوٹھی سے میک اپ میں نکلا ہے... وہ ایک بوڑھے کے میک اپ میں ہے... اس کے بدن پر شیروانی ہے... وہ جس کار میں روانہ ہوا ہے... اس کار میں اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا گیا... گویا پہلی بار یہ کار استعمال کی جا رہی ہے... میں جلد ہی کار کی سمت آپ کو بتانے کے قابل ہو سکوں گا۔''

''اچھی بات ہے... تم بہت اچھے جا رہے ہو۔'' انسپکٹر جمشید نے اس کی تعریف کی...

''شکریہ سر!''

''میں انتظار کر رہا ہوں... ویسے میں جانتا ہوں... وہ کہاں جائے گا۔''

''آپ کی معلومات پر میں ہمیشہ حیران ہو جاتا ہوں سر۔''

''شکریہ۔'' وہ ہنس دیے۔

پھر چند منٹ بعد خفیہ کارکن کا فون دوبارہ ملا... اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہہ سکتا... وہ بول اٹھے:

''وہ ہوٹل سٹار کی طرف آ رہا ہے... یہی نا۔''

''اوہ... اوہ۔'' کارکن نمبر 1 کے لہجے میں حیرت تھی۔

''فکر نہ کرو... اور ہوٹل کی نگرانی شروع کر دو... شاید مجھے تمہاری ضرورت پیش جائے... اس کیس میں اکرام سے مدد نہیں لے سکتا۔''

''اس... اس کا مطلب ہے آپ...'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں! میں پہلے ہی یہاں آ چکا ہوں۔''

''بہت خوب! آپ میری طرف سے بے فکر ہو جائیں۔''

''ٹھیک ہے...''

یہ کہتے ہوئے انہوں نے فون بند کر دیا... اب وہ نیچے ہال میں آ گئے... اور ایک میز پر قبضہ جما لیا... کھانے کی کچھ چیزوں کا آرڈر دے دیا... ابھی ویٹر ان کی چیزیں لایا ہی تھا کہ ایک بوڑھا نوابوں کی شان سے لاٹھی ٹیکتا ہوا باوقار انداز سے اندر داخل ہوا... وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیے... انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا:

''تیار ہو جاؤ... ہمیں ہر حال میں یہ جاننا ہے کہ یہ نواب صاحب کس کمرے میں جاتے ہیں... اگر ہم یہ نہ جان سکے تو گویا ہم اس کا سراغ کھو دیں گے... اور ہماری اس وقت تک کی ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔''

''آپ فکر نہ کریں...'' فرزانہ نے کہا... اچانک وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی... اس کا رخ لفٹ کی طرف تھا... انسپکٹر جمشید جوں کے توں بیٹھے رہے... انہوں نے محمود اور فاروق کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا... ادھر نواب صاحب کے استقبال کے لیے فوری طور پر سیکیورٹی کے دو چاق و چوبند نوجوان لپکے... وہ اسے کاؤنٹر تک لائے... پھر رجسٹر میں کچھ لکھنے کے بعد اس نے انہیں اشارہ کیا... وہ اسے لے کر لفٹ کی طرف چلے۔ یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید مسکرائے... کیونکہ فرزانہ پہلے ہی لفٹ کے آس پاس موجود تھی... اور انہیں امید تھی وہ ضرور کچھ کر کے دکھائے گی... اب وہ بھی وہاں بیٹھے نہ رہ سکے... اٹھ کر لفٹ کی طرف چل پڑے... انہوں نے نواب صاحب کو سیکیورٹی اہلکاروں سمیت لفٹ میں داخل ہوتے دیکھا... عین اس وقت نہ جانے کس سمت سے فرزانہ تیر کی طرح نکلی اور لفٹ میں داخل ہو گئی... سیکیورٹی اہلکاروں نے اسے گھور کر دیکھا... پھر ایک نے پوچھا:

''آپ کو کون سی منزل پر جانا ہے۔''

''آخری منزل پر۔''

اب اس نے پہلے چھٹی منزل کا بٹن دبایا... لفٹ اوپر جانے لگی... یہاں تک کہ چھٹی منزل پر رک گئی... نواب صاحب اور دونوں بیرے باہر نکل گئے... ساتھ ہی فرزانہ باہر نکل آئی... سیکیورٹی والے نواب صاحب کی طرف متوجہ تھے... اس لیے انہیں پتا بھی نہ چل سکا کہ وہ اوپر جانے کے بجائے اسی منزل پر اتر گئی ہے... فوراً ہی اس نے انہیں سامنے والے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ لیا... اسی وقت وہ پھر

لفٹ میں داخل ہو گئی... اس نے اپنی منزل کا بٹن دبا دیا... لفٹ سے اتر کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی... دروازہ کھلا تھا... اور وہ تینوں اندر موجود تھے۔

''ہاں! کیا رپورٹ ہے... ویسے تم بہت اچھی رہیں۔''

''شکریہ ابا جان... چھٹی منزل پر لفٹ کے بالکل سامنے والا کمرہ ہے... میں اس کا نمبر نہیں دیکھ سکی...''

''فکر نہ کرو۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے خفیہ کارکن کے نمبر ملائے اور اس سے صرف اتنا کہا:

''چھٹی منزل کے بالکل سامنے والا کمرہ...''

یہ کہتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا اور ان سے بولے:

''اب ہم آرام کریں گے۔''

''جی... یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کیوں... کیا بات ہے؟''

''میرا مطلب ہے... جب تک خفیہ...'' ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت دروازے پر زوردار دستک ہوئی تھی۔

☆☆☆

انصار خومی

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... جیسے کہ رہے ہوں... یہ کون آگیا... آخر انسپکٹر جمشید اٹھے اور دروازے پر پہنچے:

''کون صاحب؟''

''یہ میں ہوں جناب... نادم کپاڈیہ... اس ہوٹل کا چیکر۔''

''اب کیا ہے... آپ تو پہلے ہی ہمیں چیک کر چکے ہیں۔''

''اس میں شک نہیں۔'' باہر سے کہا گیا۔

''کس میں شک نہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جو آپ نے کہا ہے... لیکن میں چیک کرنے کے بعد بھی آسکتا ہوں۔''

''یعنی دوبارہ چیک کرنے کے لیے۔''

''ہاں!'' وہ بولا۔

''اچھی بات ہے... آئیے پھر۔'' انہوں نے کہا اور دروازہ کھول دیا... نادم کپاڈیہ فوراً اندر آگیا... اس مرتبہ بھی اس کے ساتھ چار ماتحت تھے... جبکہ پہلی دفعہ وہ تین کے ساتھ آیا تھا وہ

چاروں دروازے پر چوکس کھڑے ہو گئے... شاید انہیں ڈر تھا کہ کہیں... وہ فرار نہ ہو جائیں۔

آپ نے کاظمی کا نام لیا تھا۔'' نادم کپاڈیہ نے انہیں تیز نظروں سے دیکھا۔

''کاظمی غائب ہے... آپ سے بات کرنے کے بعد میں نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی... لیکن اس سے کہیں بھی اور کسی نمبر پر بھی رابطہ نہیں ہو سکا۔''

''آپ پسند کریں تو میں ابھی بات کرائے دیتا ہوں۔''

''ضرور... ضرور۔'' نادم کپاڈیہ مسکرا دیا۔

انسپکٹر جمشید نے اپنا موبائل نکالا... اس پر نمبر ڈائل کیے ...اور سلسلہ ملنے پر بولے:

''ہیلو! کاظمی صاحب...''

دوسری طرف کی بات سن کر وہ بولے:

''یہ ہوٹل سیون سٹار کے نادم کپاڈیہ مطمئن نہیں ہوئے... ان سے بات کریں۔''

یہ کہ کر انہوں نے سیٹ اسے دے دیا...

''ہیلو کاظمی صاحب... آپ اس وقت کہاں ہیں۔''

وہ جواب سنتا رہا...

''ہم فوری طور پر آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں... کیا یہ ممکن ہے؟''

دوسری طرف کی بات سن کر نادم کپاڈیہ نے فون بند کر دیا

...اور انہیں دیتے ہوئے بولا:

''سنیے جناب! کاظمی صاحب... انصار خومی صاحب کے بہت خاص آدمی ہیں... یہ گذشتہ چند ماہ سے بالکل غائب ہیں... جب آپ نے پہلی بار ان کی بات کی... تو میں اس وقت بہت حیران ہوا تھا... لیکن اس وقت میں نے کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی... چپ چاپ باہر چلا گیا تھا... پھر میں نے اس موضوع پر مسٹر انصار خومی سے بات کی... اب میں انہی کی ہدایات پر یہاں آیا ہوں... اور یہ میرے ساتھی میرے ساتھ آئے ہیں... مسٹر انصار خومی آپ لوگوں سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے... ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔''

''میں پہلے ہی وضاحت کر دیتا ہوں... اگر آپ کو کوئی اعتراض ہوتا تو بھی آپ کو ان سے ملاقات کرنا پڑتی... ہم آپ لوگوں کو زبردستی اٹھا لے جاتے اور ان کے سامنے پیش کر دیتے...''

''ایسا تو خیر نہ ہو پاتا۔'' محمود بولا اٹھا۔

''کیا کہا...''

''میرا مطلب ہے... شاید آپ ایسا نہ کر سکتے۔''

''یہ کیا بات ہوئی... لیکن خیر... میں بچوں کی بات کا بُرا نہیں مانتا... ہاں یہ بات اگر آپ کے یہ بڑے کہتے تو اور بات تھی... پھر میں آپ کو لے جا کر دکھاتا۔''

''تو اس بات کو میری طرف سے سمجھ لیں۔''

''کیا مطلب؟'' نادم کپاڈیہ اچھل پڑا... اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ بے تحاشہ غصہ بھی نظر آیا۔

''میں نے کہا ہے کہ اگر ہم نہ چاہیں تو آپ ہمیں ان کے پاس نہیں لے جا سکتے... ہاں ہم چاہیں تو آپ لے جائیں گے۔''

''تب پھر ایسا کریں کہ آپ نہ جائیں۔''

''مطلب یہ کہ آپ لے جا کر دکھائیں گے۔''

''ہاں! کیوں نہیں... یہ کیا مشکل ہے... میرے پاس یہ چار ہی ماتحت نہیں ہیں... پوری فوج ہے... میں اس فوج کو آواز دے رہا ہوں۔''

''یہ تو اور اچھی بات ہے... اس بہانے آپ کے ساتھ آپ کی فوج سے بھی ملاقات ہو جائے گی...''

''ہوں... ٹھیک ہے...''

اور پھر اس نے موبائل پر کسی سے کچھ کہا... جلد ہی کمرے کے سامنے بہت سے افراد آ کھڑے ہوئے...

''ان لوگوں کو اٹھا کر مسٹر انصار خومی کے پاس پہنچانا ہے۔''

''جی بہتر! یہ کیا مشکل کام ہے... جس کے لیے آپ نے اتنے لوگوں کو بلایا ہے؟''

''ان کا تو اب بھی یہ دعویٰ ہے کہ ہم انہیں مسٹر انصار خومی کے پاس نہیں لے جا سکتے ہیں۔''

''ہائیں... یہ کہتے ہیں یہ لوگ۔'' نئے آنے والوں میں سے ایک نے کہا۔

''ہاں یہی کہا ہے ان لوگوں نے۔''

''بس تو پھر آپ ایک طرف ہٹ جائیں... پہلے ہم ان کے

بڑے کو اٹھاتے ہیں... چھوٹے تو اس کے پیچھے خود ہی چلے آئیں گے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

آنے والے پہلوان ٹائپ لوگ تھے... ان میں سے دو آگے بڑھے... تا کہ انہیں اٹھا سکیں... نادم کپاڈیہ کے پہلے چار ماتحتوں نے پستول نکال لیے تا کہ وہ کوئی غلط حرکت نہ کر سکیں... اب ان دو نے انہیں مل کر اٹھانے کے لیے زور لگایا... لیکن اٹھا نہ سکے...

''زور لگاؤ بھئی زور...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

دونوں زور لگا کر پسینہ پسینہ ہو گئے... مگر انہیں اپنی جگہ سے اٹھا نہ سکے۔

''دو اور شامل کرلو... اپنے ساتھ... تم سے تو میں اٹھنے سے رہا... ویسے یہ خیال نہ کر لینا کہ میں بہت وزنی ہوں... ایسی بات نہیں... میرا وزن تو عام آدمی کے برابر ہے... لیکن بس تم مجھے اٹھا نہیں سکتے... یہ فن سیکھنے کے لیے مجھے بہت مشق اور محنت کرنا پڑی ہے... ہاں اگر تم میری شاگردی اختیار کرو... تو میں تمہیں وہ گر سکھا دوں گا... جس کو آزما کر تم مجھے اٹھانے کے قابل ہو جاؤ گے۔''

''خاموش رہو... زیادہ شیخی نہ بگھارو... ہم تمہیں اٹھا کر دکھائیں گے۔'' دو میں سے ایک نے کہا... اور پھر اپنے دو اور ساتھیوں کو اشارہ کیا... وہ بھی آگے آ گئے... اب چاروں نے مل کر زور لگایا... لیکن انہیں نہ اٹھا سکے... جب وہ بری طرح تھک گئے تو نادم کپاڈیہ نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا:

''بس رہنے دو... تم لوگ بس پڑے پڑے کھاتے رہتے ہو...

کسی کام کے نہیں رہ گئے... میں ابھی خومی صاحب کو بتاتا ہوں جا کر۔''

''نن نہیں... نہیں...'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

دوسرا لمحہ حیران کن تھا... وہ چاروں نادم کے پیروں میں گر گئے تھے... ساتھ ہی انہوں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تھے... پھر ان میں سے ایک نے کہا:

''ایسا نہ کریں... آپ کسی اور کو اٹھانے کا حکم دیں... اس شخص میں پتا نہیں کون سی طاقت ہے... شاید اس نے کچھ جنات کو اپنا غلام بنا رکھا ہے... وہ اس کی مدد کرتے ہیں... آپ ہی بتائیں... ہم جنات کو کس طرح اٹھا سکتے ہیں۔''

''کیوں مسٹر پروفیسر عابدی... کیا آپ نے جنات کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔''

''مجھے جنات کی مدد کی ضرورت نہیں...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''یہ شخص غلط بیانی سے کام لے رہا ہے... اس کی باتوں میں آ کر آپ ہمارا بیڑا غرق نہ کریں۔''

''اچھی بات ہے... لیکن تم میرا یہ احسان یاد رکھنا۔''

''اس احسان کو ہم مرتے دم تک نہیں بھولیں گے۔''

''بالکل... آپ جب جی چاہے آزما لیجیے گا۔''

''او کے...'' اس نے کہا اور پھر ان کی طرف مڑا۔

''اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ خود چلیے...''

''ہاں! کیوں نہیں... یہ ہوئی نا بات۔'' انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

پھر وہ ان کے ساتھ چل پڑے... چھٹی منزل پر آئے اور لفٹ کے سامنے والے کمرے کی طرف بڑھے... نادم کپاڈیہ نے دستک دینے کے بعد کہا:

''سر... یہ لوگ آگئے ہیں... جنھوں نے کاظمی کا حوالہ دیا تھا۔''

''ٹھیک ہے... انہیں اندر لے آؤ۔'' اندر سے کہا گیا۔

انسپکٹر جمشید کو ایک جھٹکا سا لگا... یہ آواز وہ نہیں تھی... جو وہ سونا گھاٹ والے ہٹ میں سن چکے تھے اور انہیں پہلے بھی یہ احساس ہو چکا تھا کہ وہاں انصار خومی خود موجود نہیں تھا... یہی احساس انہیں اب ہوا... گویا انصار خومی اس وقت یہاں بھی نہیں تھا... کامیابی اب بھی ان سے بہت دور تھی...

''ہاں تو آپ نے اپنی شناخت کے لیے کاظمی کا نام لیا تھا؟'' نواب نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''آپ کی تعریف؟'' انسپکٹر جمشید نے نادم کپاڈیہ کی طرف دیکھا۔

''یہ نواب صاحب ہیں... انصار خومی کے بہت قریبی ساتھی۔'' اس نے فوراً کہا۔

''کاظمی کے بارے میں جاننے کے خواہش مند ہیں تو میری ملاقات براہِ راست انصار خومی سے کرائیں۔ ورنہ میں اس کے بارے میں نہیں بتاؤں گا۔''

''میں ہوں انصار خومی۔'' نواب صاحب نے فوراً کہا۔

''ہرگز نہیں...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیا کہا... ہرگز نہیں... تمہارا مطلب ہے... میں انصار خومی نہیں ہوں۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''بے وقوف انسان... تم اپنی موت کو آواز دے چکے ہو... اب تم میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکو گے... البتہ اگر تم فوری طور پر کاظمی کے بارے میں بتا دو تو ضرور تم سے نرم سلوک کیا جا سکتا ہے۔''

''میں انصار خومی کو بتا سکتا ہوں۔''

''میں انصار خومی ہوں۔''

''غلط... بالکل غلط... کاظمی نے مجھے ایک خاص بات بتائی تھی... وہ خاص بات مجھے تم میں نظر نہیں آتی۔''

''کیا مطلب... کاظمی نے تمہیں میرے بارے میں کوئی خاص بات بتائی تھی۔''

''آپ کے بارے میں نہیں... مسٹر انصار خومی کے بارے میں۔''

''خیر خیر... یونہی سہی... تمہاری اس سے ملاقات کہاں ہوئی تھی... وہ تو چھ ماہ سے غائب ہے... مجھے اس کی تلاش ہے... میں نے یہ راز اب تک کسی کو نہیں بتایا تھا کہ کاظمی غائب ہے... بس میں جانتا تھا... کیونکہ میرا اس سے برابر رابطہ رہتا تھا۔''

''ہوں... اگر آپ کو یقین نہیں تو میرے ساتھ چلیے... میں آپ کی ملاقات مسٹر کاظمی سے کرائے دیتا ہوں...''

''کک... کیا واقعی... ابھی اور اسی وقت۔'' نواب کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''ہاں! ابھی اور اسی وقت... لیکن کاظمی صرف اور صرف مسٹر انصار خومی سے بات کرنا پسند کرے گا... یہ دیکھ لیں۔''

''ٹھیک ہے... اس کی ملاقات انصار خومی ہی سے ہوگی۔''

''لیکن یہاں انصار خومی کہاں ہے۔''

''یہ دیکھو... تمہارے سامنے انصار خومی موجود ہے۔'' اس نے بے دھڑک انداز میں کہا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے اپنے چہرے پر چپکائی ہوئی چند چیزیں اتار دیں... اب تک وہ اخبارات میں انصار خومی کی جو تصویر دیکھتے رہے تھے... یہ شخص اس تصویر سے بالکل ملتا جلتا تھا...

☆☆☆

ایک فون اور

''کک... کیا مطلب... آپ... انصار خومی ہیں۔''

''ہاں! میں ہی انصار خومی ہوں...'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن اپنے ہی ہوٹل میں آپ حلیہ تبدیل کر کے کیوں آئے ہیں۔''

''اس بات کو چھوڑیں... میرے مخالفین ہزار ہیں... ہر وقت گھات میں رہتے ہیں، اس لیے ایسا کرنا پڑتا ہے... آپ یہ بتائیں... آپ کی کاظمی سے کہاں ملاقات ہوئی تھی۔''

''اسی شہر کی ایک عمارت میں... وہ آج کل بھی وہیں ہیں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے... وہ اسی شہر میں ہو اور مجھ سے رابطہ نہ رکھے۔''

''یہ سوال تو آپ اسی سے کیجیے گا۔''

''ہاں ٹھیک ہے... میں اسی وقت چلنا پسند کروں گا۔''

''میرے خیال میں یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوگا سر۔'' نادم کپاڈیہ نے فوراً کہا۔

’’کیوں؟‘‘ اس نے بھنویں اچکائیں۔

’’ہمیں نہیں معلوم... یہ کون لوگ ہیں... ویسے یہ ہیں پراسرار سے لوگ... سوال یہ ہے کہ یہ کاظمی کو کیسے جانتے ہیں... وہ بھی آپ کے حوالے سے... جب میں نے ان کی چیکنگ کی تو انہوں نے کھٹ سے کاظمی کا حوالہ دے دیا... انہیں یہ بات کس طرح معلوم ہے کہ آپ کا تعلق کاظمی سے اس حد تک ہے...‘‘

’’ہوں... کپاڈیہ تمہاری بات بالکل ٹھیک ہے... اسی لیے میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں... تم میرے سچے وفادار ہو... یہ سوال ہم ان سے پوچھیں گے... لیکن یہ تو خود ہماری ملاقات اس سے کروا رہے ہیں... اور تم اچھی طرح جانتے ہو کپاڈیہ کہ میں کاظمی سے ملنے کے لیے کس قدر بے چین ہوں۔‘‘

’’میں جانتا ہوں سر... لیکن... یہ آپ کے خلاف کوئی سازش بھی ہو سکتی ہے... بلکہ ہو سکتی ہے کیا... اس بات کا زبردست امکان ہے کہ یہ سازش ہے... ان حالات میں آپ کا جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں... اسے یہاں کیوں نہ بلوایا جائے۔‘‘

’’ہوں... کیوں پروفیسر عابدی... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔‘‘

’’وہ نہیں آئے گا... آپ سے ملاقات کرے گا تو وہیں... جہاں وہ اس وقت ہے۔‘‘ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

’’سنا تم نے کپاڈیہ۔‘‘

’’آپ اپنے ذرائع کیوں اختیار نہیں کرتے۔‘‘ کپاڈیہ بولا۔

’’کر سکتا ہوں... لیکن اس طرح معاملہ اور الجھ سکتا ہے... نہیں کپاڈیہ ہم چلیں گے... اور تم فکر نہ کرو... اگر یہ میرے خلاف سازش ہے... تو ہم ان لوگوں سے نبٹ لیں گے...‘‘

’’اگر آپ فیصلہ کر چکے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔‘‘ اس نے کندھے اچکائے۔

’’گاڑی باہر نکلواؤ... ہم ایک ہی گاڑی میں چلیں گے... مُوکا کو فون کر دو۔‘‘

’’او کے سر۔‘‘

’’اور یہ موکا کون ہے؟‘‘ محمود نے چونک کر پوچھا۔

’’میرا ایک کارکن... ایسے موقعوں پر میرے ساتھ ہوتا ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘ انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

جلد ہی وہ ایک بڑی گاڑی میں روانہ ہوئے رہے تھے... اس کے شیشے سیاہ تھے... باہر سے اندر بیٹھے ہوئے افراد نظر نہیں آ سکتے تھے... جب کہ وہ باہر بخوبی دیکھ سکتے تھے... جونہی گاڑی روانہ ہوئی... انصار خومی نے کہا:

’’کوئی گاڑی روکنے کی کوشش کرے تو جھنڈا لہرا دینا اور رکنا مت۔‘‘

’’او کے سر۔‘‘ ڈرائیور بولا۔

ان کا سفر جاری رہا... جہاں کسی ٹریفک والے نے گاڑی روکنے کی کوشش کی... جھنڈا لہرا دیا گیا... اور پولیس مین نے انہیں جانے کا اشارہ دے دیا... یہ جھنڈا انصار خومی کا خاص نشان تھا... آخر گاڑی

شہر سے باہر نکل آئی:

''یہ کیا... ہم تو شہر سے باہر نکل آئے ہیں۔'' انصار خومی بولا۔

''بس آگئے... اب جہاں کاظمی ٹھہرا ہوا ہے... وہیں آنا تھا نا۔''

''دیکھ لو دوست... ہمیں دھوکا دیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔''

''آپ اپنے کارکن موکا کو ساتھ تو لائے ہیں... اگرچہ وہ نظر نہیں آیا۔''

''وہ پیچھے اپنی گاڑی میں آرہا ہے... اس کا کام ہے میرے ساتھ سائے کی طرح لگے رہنا۔''

''ٹھیک ہے۔''

اور پھر گاڑی خفیہ عمارت نمبر ایک کے سامنے رکی... محمود نے نیچے اتر کر دستک دی... اندر سے پوچھا گیا:

''کون؟''

''یہ ہم ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے مخصوص جملہ ادا کیا... اس جملے کا مطلب انچارج اچھی طرح جانتا تھا... پورے دو منٹ بعد گزرنے پر دروازہ کھلا... اس وقت تک انصار خومی بری طرح پہلو بدلتا رہا تھا۔ دروازہ کھلنے پر انہوں نے ایک شریف صورت آدمی کو دیکھا... اس نے فوراً کہا:

''السلام علیکم سر... آئیے۔''

وہ اندر داخل ہوئے... انہیں ایک بڑے کمرے میں لایا

گیا... یہاں دیواروں کے ساتھ ساتھ کرسیاں بچھی تھیں... سامنے والی دیوار کے ساتھ ایک مستطیل میز تھی۔ انسپکٹر جمشید نے انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا... خود میز کے دوسری طرف والی کرسی پر بیٹھ گئے... محمود، فاروق اور فرزانہ نے ان کے دائیں بائیں والی کرسیاں سنبھال لیں۔

''یہ عجیب سی عمارت ہے... یہ کمرہ بھی عجیب سا ہے... خیر... کہاں ہے کاظمی۔''

''میں نے آپ سے کہا تھا کہ کاظمی صرف انصار خومی سے بات کرنا پسند کرے گا...''

''ہاں ہاں... میں ہوں نا... تم لوگوں کے سامنے... میں ہی انصار خومی ہوں۔''

''لیکن مسٹر کاظمی کا کہنا ہے کہ آپ انصار خومی نہیں ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا مطلب؟'' انصار خومی چونکا۔

''میں ہوں نا... آپ کے سامنے... انہوں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''حد ہوگئی... میں کہتا ہوں... کاظمی کہاں ہے۔'' انصار خومی غرایا۔

''کہا نا... آپ کے سامنے... میں ہی کاظمی ہوں...''

''غلط... بالکل غلط... تم کاظمی نہیں ہو۔'' اس نے بلند آواز میں کہا۔

''تب پھر تم بھی انصار خومی نہیں ہو۔'' وہ بولے۔

''کیا مطلب... تم یہ بات کیسے کہہ سکتے ہو۔''

''جس طرح تم کہہ سکتے ہو کہ میں کاظمی نہیں ہوں۔''

''میں کاظمی کو پہچانتا ہوں... وہ اگر میک اپ میں ہو تو بھی میں اسے پہچان لوں گا کہ یہ کاظمی ہے...''

''اور کاظمی بھی انصار خومی کو پہچانتا ہے... انصار خومی اگر میک اپ میں ہو تو بھی وہ بتا دے گا... یہ انصار خومی ہے... اور اگر انصار خومی کے میک اپ میں کوئی ہو تو وہ جان جائے گا کہ وہ انصار خومی نہیں ہے... اس وقت بھی صورتِ حال ایسی ہی ہے... کاظمی کا کہنا ہے... تم انصار خومی نہیں ہو۔''

''وہ ہے کہاں... میں نے تو اسے یہ بات کہتے نہیں سنا۔''

''یہ میری گھڑی دیکھ رہے ہو...''

''ہاں کیوں... کیا ہوا اس گھڑی کو؟'' اس نے بھنا کر کہا۔

''اس گھڑی سے کاظمی کی آواز ابھر رہی ہے... وہ کہہ رہا ہے... یہ شخص انصار خومی نہیں ہے... بلکہ لوکان ہے۔''

''کیا!!!'' وہ سب ایک ساتھ چلائے۔

''تم لوگوں کے چلانے کا انداز بتا رہا ہے کہ... یہ شخص واقعی انصار خومی نہیں ہے... اور ہم یہاں یہ بات طے کر کے آئے تھے کہ کاظمی صرف انصار خومی سے بات کرے گا... لہٰذا پہلے تم لوگ انصار خومی کو یہاں بلاؤ... پھر کاظمی سب کے سامنے آئے گا۔''

''ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں... انصار خومی یہاں نہیں آ سکتے... لیکن چونکہ کاظمی یہاں موجود ہے... اس لیے ہم خود ہی اسے

یہاں سے برآمد کر لیں گے... موکا... عمارت میں داخل ہو جاؤ اور تلاش شروع کرو... تمہیں ہر حال میں کاظمی کو برآمد کرنا ہے۔''

''نن... مم۔'' اس کے ہاتھ میں پکڑے آلے پر آواز ابھری

''نن... مم کیا... یہ کون سی زبان میں بات کر رہے ہو موکا۔''

''مم... ہپ۔''

''کیا ہو گیا ہے بھئی۔''

''میں عمارت میں داخل نہیں ہو سکتا۔''

''کیوں... کیا بات ہے۔''

''میں اس وقت کچھ لوگوں کے قبضے میں ہوں... اور میرے ساتھی بھی ان کی زد پر ہیں... یہ لوگ ہم سے ہمارا اسلحہ بھی لے چکے ہیں۔''

''کیا کہا... یہ... یہ کیسے ہو گیا۔''

''یہ ایسے ہو گیا مسٹر نواب...'' انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

وہ چونک کر ان کی طرف مڑا... اب ان کے ہاتھ میں بھی پستول نظر آیا... اور محمود، فاروق اور فرزانہ کے ہاتھ میں بھی...

''تم لوگ اگر ذرا بھی حرکت کرو گے تو جان سے جاؤ گے... اب کرو اپنے گرو کو فون... اور خبر کر دو اسے اس بات کی کہ یہاں تم پر کیا گزر رہی ہے... اور اسے بتا دو کہ کاظمی بھی یہاں موجود ہے... اگر اسے کاظمی کی ضرورت ہے... تو خود آنا ہو گا... اور کاظمی نے مجھے انصار خومی کی پہچان بتائی ہے... اس پہچان پر جو شخص پورا اترے گا... میں اسے انصار خومی مانوں گا... اور کسی کو نہیں... اب کوئی لاکھ یہ کہے کہ میں انصار خومی ہوں... میں اس بات کو تسلیم نہیں کروں گا...''

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے... کمرے میں موت کا سناٹا طاری ہو گیا... سب ٹکر ٹکر انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھ رہے تھے... سب سے زیادہ بُری حالت نواب کی تھی... اس کے بعد خراب حالت نادم کپاڈیہ کی نظر آ رہی تھی...

''تت... تم... تم کون ہو دوست۔'' آخر نواب کے منہ سے کپکپاتی آواز میں نکلا۔

''ابھی تک نہیں پہچان سکے... کمال ہے۔''

''کیا مطلب... آخر کون ہو تم۔'' وہ جھلا اٹھا۔

''میں... میں ہوں... تمہارا کاظمی... اور کون ہوتا جس کی تم لوگوں کو چھ ماہ سے تلاش ہے...'' وہ ہنسے۔

''غلط... بالکل غلط... تم کاظمی نہیں ہو۔''

''تو کیا ہوا... تم بھی تو انصار خومی نہیں ہو۔''

''چلو مان لیا... میں انصار خومی نہیں ہوں... انصار خومی کا ایک خادم ہوں... اب تم بتاؤ، تم کون ہو... اور کاظمی کہاں ہے۔''

''اتنی جلدی بھول گئے... بات طے ہوئی تھی کہ کاظمی صرف انصار خومی سے ملاقات کرے گا۔''

''اوکے... میں انہیں فون کرتا ہوں... میں نہیں جانتا، وہ جواب میں کیا کہتے ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنے موبائل پر نمبر ملائے اور بات شروع کر دی... ساری تفصیل سناتا چلا گیا... آخر بات مکمل کر کے اس نے کہا:

''اب بتائیے... آپ کیا کہتے ہیں۔''

دوسری طرف کا جواب سن کر اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا... دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا تھا۔

''کیوں... کیا کہا اس نے؟''

''اس نے کہا ہے... بھاڑ میں جاؤ... تم اور کاظمی... مجھے تم جیسے ناکارہ لوگوں کی ضرورت نہیں جو دشمنوں کے قابو میں آ جائیں۔''

''گویا اس نے آنے سے انکار کر دیا ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے... اب آپ ہمارے ساتھ جو سلوک چاہیں کر سکتے ہیں۔''

''جی نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے انکار میں سر ہلایا۔

''جی نہیں... کیا مطلب؟''

''اپنے گرو کو ایک فون اور کرو۔''

''ایک فون اور...'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! اس سے کہو... کاظمی نے... مجھے اس کے تین ایسے راز بتائے ہیں... اگر وہ عوام کے سامنے آ گئے تو اس کا سارا سیاسی کردار ختم ہو جائے گا... اور جس شہر کو وہ اپنی پارٹی کا شہر کہتا ہے اس شہر میں اس کی وہ بھد اڑے گی کہ کیا بتاؤں... وہ کہیں کا نہیں رہ جائے گا... لہٰذا اسے یہاں آنا ہوگا... کاظمی سے ملاقات کرنا ہوگی... کرو ایک فون اور۔''

انسپکٹر جمشید کا لہجہ سرد ترین ہو گیا۔

سب لوگ ان کے اس لہجے سے کانپ گئے... یہاں تک کہ محمود، فاروق اور فرزانہ بھی کانپ گئے۔

☆☆☆

آتے کیوں نہیں

انہوں نے بوکھلا کر ان کی طرف دیکھا... وہاں عجیب سی وحشت نظر آئی... وہ پھر بولے:

''تم نے سنا نہیں نواب... میں نے کیا کہا ہے۔''

''جی... جی... سنا... میں ابھی فون کرتا ہو۔''

اب اس نے پھر انصار خومی کو فون کیا... اور یہ بات اسے بتائی... چند لمحے تک دوسری طرف سناٹا طاری رہا... آخر اس طرف کا جواب سن کر نواب نے سیٹ ان کی طرف بڑھا دیا... اور بولا:

''وہ خود آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

انسپکٹر جمشید مسکرا دیے... پھر سیٹ اس سے لے کر کان سے لگا لیا اور بولے:

''ہاں! جناب... اب آپ کیا کہتے ہیں۔''

''وہ کون سے تین راز ہیں۔''

''یہیں آ کر سن لیں...'' وہ بولے۔

''ہو سکتا ہے... یہ نری گپ ہو... مجھے یہاں بلانے کا بہانہ ہو

ہے۔''

''اچھی بات ہے... تین رازوں میں سے ایک کی جھلک سن لیں... اگر یقین آ جائے تو آ جانا... ورنہ کل کے اخبارات میں یہ تینوں راز ثبوت سمیت اخبارات میں شائع ہو جائیں گے۔''

''جھلک پیش کرو۔'' دوسری طرف سے غرا کر کہا گیا... لیکن اس غراہٹ میں جان نہیں تھی... ایسا لگتا تھا جیسے وہ زبردستی غرایا ہو...

''اچھا تو سنو... 27 دسمبر کی رات ماڈل کالونی کی کوٹھی نمبر 307 میں تم نے جو کیا تھا، اس کی فلم ہمارے پاس ہے۔''

''مم میں آ رہا ہوں۔''

''میں جانتا تھا... تم آؤ گے... لیکن یاد رکھو... اگر زیادہ فوج ووج لے کر آئے تو یہاں چاہے کچھ بھی ہو جائے... راز اخبارات میں چھپ کر رہیں گے...''

''پتا بتاؤ۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

انہوں نے پتا نوٹ کروا دیا:

''میں آ رہا ہوں... اپنے ساتھ صرف تین آدمی لے کر آؤں گا... اتنے تو لا سکتا ہوں۔''

''لانے کو تم پورا لشکر لا سکتے ہو... لیکن... پھر راز راز نہیں رہیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اب انہوں نے خفیہ کارکن کو فون پر ہدایات دیں... پھر اکرام کو ہدایات دیں... اس کے بعد آئی جی صاحب کے نمبر ملائے...

انہیں صورتِ حال بتائی... آئی جی صاحب نے پریشانی کے عالم میں کہا:

''لیکن جمشید... تمہیں تو کچھ اور حکم ملا تھا۔''

''وہی ہوگا سر... آپ فکر نہ کریں۔''

''ٹھیک ہے... تم نے اکرام کی ڈیوٹی تو نہیں لگائی۔''

''جی نہیں... البتہ اس سے بھی کچھ کام لیا جائے گا... منظرِ عام پر نہیں آئے گا... نہ اس کا کوئی ماتحت...''

''بس ٹھیک ہے... امید ہے... یہ کام خیر وخوبی سے انجام پا جائے گا۔''

''ان شاء اللہ!''

اور انہوں نے فون بند کر دیا... اب انہیں انتظار تھا... انصار خومی کا... آخر آدھ گھنٹے بعد دروازے پر دستک ہوئی... انہوں نے فوراً خفیہ کارکن سے رپورٹ لی... اس نے جواب میں کہا:

''دروازے پر چار آدمی موجود ہیں... ان میں سے ایک کی شکل صورت انصار خومی کی سی ہے۔''

''ہوں... ٹھیک ہے... جونہی یہ لوگ اندر آجائیں... عمارت سیل کر دی جائے۔''

''ٹھیک ہے سر۔''

انہوں نے محمود کو اشارہ کیا... اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا... چار آدمی فوراً اندر داخل ہوئے... ان کے پیچھے دروازہ خود بخود بند ہوگیا... ساتھ ہی ایک عجیب سی آواز ابھری:

اس آواز نے آنے والوں کو چونکا دیا:

''یہ کیسی آواز تھی۔'' انصار خومی کی شکل صورت والے شخص نے کہا۔

''عمارت سیل ہوگئی...''

''کیا مطلب۔''

''اب تم اس عمارت سے کسی صورت باہر نہیں جا سکتے... ہاں میں چاہوں گا تو دروازہ کھلے گا۔''

''دروازہ تو توڑا بھی جا سکتا ہے۔''

''باہر سے بھی کوئی عمارت کے نزدیک نہیں آسکتا... اس کے سیل کرنے کا مطلب ہی یہ ہے... اب عمارت سے دو سو میٹر چاروں طرف کوئی نہیں آسکے گا...''

''آخر کیسے؟''

''یہ راز کی بات ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''اچھی بات ہے... پہلے معاملے کی بات ہو جائے... تم تینوں رازوں کی جھلک پیش کرو۔ تفصیل نہ بتانا۔''

''اچھی بات ہے... ایک راز کی جھلک تو تم سن چکے ہو... وہی 27 دسمبر والی... کیا اسے پھر دہراؤں... اور کھول کر بیان کروں۔''

''نہیں... دوسری دو جھلکیاں پیش کرو۔'' اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''اس شہر میں ہوٹل سیون سٹار تمہارا ہے، یہ تو سب جانتے ہیں، لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ تم اپنے ہی نئے نئے حلیوں اور نئے نئے ناموں

سے وہاں جا کر ٹھہرتے ہو... وہاں جو کچھ تم کرتے ہو... اس کی تفصیل کاظمی سے معلوم ہوئی ہے... کیا بیان کروں۔''

''نہیں... اس کی ضرورت نہیں آگے چلو۔'' وہ اب بھی تند لہجے میں بولا۔

''ساحل سمندر پر ایک مقام ہے سونا گھاٹ، اس گھاٹ سے لانچ ایک جزیرے پر جاتی ہے... ایسا مہینے میں دو تین بار ہوتا ہے... اس جزیرے کا کوئی نام نہیں ہے... لیکن کاظمی وہاں تک لے جا سکتا ہے... اور وہاں جو کچھ ہوتا ہے... اس کی تو اس نے فلمیں بنا رکھی ہیں... کیا میں ان فلموں کی تفصیل بیان کروں۔''

''نہیں... اب صرف یہ بتا دو... کاظمی کہاں ہے؟''

''یہیں... اسی عمارت میں ہے... لیکن اب تمہارے ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتے... تمہارے پاس اب صرف دو راستے ہیں... ایک یہ کہ بھرے مجمعے میں اپنے گناہوں... اپنے مظالم اور اپنے سیاہ کاموں کی تفصیل خود بیان کرو... اور وہیں سے سیدھے جیل چلے جاؤ، پھر عدالت تمہیں جو سزا دے... وہ قبول کر لو... یعنی اس کیس میں کوئی عدالتی کارروائی نہیں ہوگی... تمہارے اقبالی بیان کے بعد صرف عدالت کو فیصلہ سنانا ہوگا... اور دوسرا راستہ ہے... خودکشی... تم خودکشی کر لو... اور ہمیشہ کے عذاب کو گلے لگا لو۔ میں فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں۔''

''میں نے پوچھا ہے... کاظمی کہاں ہے... میں اسے کچا چبا جانا چاہتا ہوں...''

''تمہارے ہاتھ اب اس تک نہیں پہنچ سکتے... وہ انسپکٹر جمشید کی

پناہ میں ہے۔''

''کیا!!!''

''ہاں مسٹر انصار خومی... اصل انصار خومی تک پہنچنے کے لیے مجھے بہت پاپڑ بیلنے پڑے... ورنہ شہر میں جو انصار خومی گھومتا پھرتا، تقریریں کرتا نظر آتا ہے... یا نظر آتے ہیں... وہ تو محض اداکار ہوتے ہیں... تمہارا سب سے با اعتماد ساتھی کاظمی تھا... چھ ماہ پہلے جب میں نے تمہارے کیس پر کام شروع کیا... پہلے میں نے معلومات جمع کرنا شروع کیں... آخر کار مجھے معلوم ہو گیا کہ اصل آدمی کاظمی ہے جب تک کاظمی کو قابو میں نہیں کیا جائے گا... اس وقت تک اس کے راز معلوم نہیں ہوں گے اور جب تک انصار خومی کے راز معلوم نہ کر لیے جائیں... وہ اودھم مچاتا رہے گا... عدالتوں سے باعزت بری ہوتا رہے گا... پھر میں نے کاظمی کی نگرانی شروع کی... اور آخر ایک دن میرے آدمیوں نے... میرے خاص آدمیوں نے... جو انٹیلیجنس کے ملازم بھی نہیں ہیں... اسے اغوا کر لیا اور یہاں یعنی اس عمارت میں لے آئے... ہم نے اس سے تمہارے راز معلوم کرنے کی بہت کوشش کی... لیکن اس نے زبان نہ کھولی... دراصل اسے امید تھی کہ تم اسے تلاش کروانے میں کامیاب ہو جاؤ گے... کیونکہ وہ تمہارا خاص اور اہم ترین آدمی ہے... اس کے بغیر تم رہ نہیں سکتے... اس کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتا... وہ تمہیں حاصل کرنے کے لیے سارے شہر کا سکون برباد کر دے گا... اس کا خیال غلط نہیں تھا... تم نے اس کی تلاش کے لیے بہت کچھ کیا، سر توڑ کوشش کیں... لیکن تم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ انسپکٹر جمشید کی قید میں ہے...''

''میں تم پر اغوا کا مقدمہ دائر کروں گا۔'' انصار خومی غرایا۔

''نہیں ہوگا... یہ سب کچھ میں نے صدر صاحب کی اجازت سے کیا ہے... اب میں نے سوچا... جب تک کاظمی تمہاری طرف سے مدد پہنچنے سے نا امید نہیں ہوگا وہ زبان نہیں کھولے گا... آخر میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا... یہاں تک کہ پانچ ماہ گزر گئے... اور وہ نا امید ہوگیا... اسے نا امید کرنے میں میں نے بھی کردار ادا کیا... اس سے بار بار ملاقات کی... اسے بتایا کہ انصار خومی اس کی تلاش میں کیا کچھ نہیں کر چکا... لیکن اس کا سراغ نہیں لگا سکا... اور نہ لگا سکے گا... لہٰذا اگر رہائی چاہتے ہو... آزاد فضا میں پھر سے سانس لینا چاہتے ہو تو سرکاری گواہ بن جاؤ... اس کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے... وہ سب بتا دو... اور اپنی باتوں کے عملی ثبوت بھی دو... تب تم آزاد ہو سکو گے... اس کا کہنا تھا... اس طرح بھی اگر میں آزاد ہوگیا تو انصار خومی کون سا مجھے زندہ چھوڑے گا... اس کے شکاری کتے تو سارے شہر میں میری بو سونگھتے پھریں گے... تب میں نے اس سے ایک بات کہی... اور میری بات کو اس کے دل و دماغ نے تسلیم کرلیا... مسٹر انصار خومی... تم سوچ سکتے ہو... وہ بات کیا تھی۔''

''میں نجومی نہیں ہوں۔'' وہ بھنا اٹھا۔

''یہ اچھی بات ہے کہ تم نجومی نہیں ہو... سنو... میں نے اس سے کہا... جب چھ ماہ تک انصار خومی تمہارا سراغ نہیں لگا سکا... تمہیں تلاش نہ کر سکا... میری قید سے تمہیں چھڑا نہیں سکا... تو میری حفاظت میں وہ کس طرح تمہیں ہلاک کر سکتا ہے... غور کرو... اور جب اس نے غور کیا

تو میری بات اسے سو فیصد درست لگی... اس وقت اس کے اندر سے تمہارا خوف نکل گیا اور اس نے مجھے تمہارے بارے میں وہ باتیں بتائیں... جن کے بارے میں ہم پہلے ہی اندازے لگا چکے تھے... لیکن ہمارے پاس ثبوت نہیں تھے... ہم عدالت کو دکھاتے کیا... یہ ثبوت میں نے کاظمی کی فراہم کردہ معلومات کے ذریعے حاصل کیے... مطلب یہ کہ یہ سارا کام چھ ماہ میں مکمل ہو سکا... اس کے بعد ہم نے تم پر وار کرنے کا فیصلہ کیا... اور اس فیصلے میں آئی جی صاحب اور صدر صاحب بھی شامل ہیں۔

وہ فیصلہ یہ تھا کہ ان حالات میں... انصار خومی پر مقدمہ چل سکتا ہے اور کوئی عدالت اسے بری نہیں کرے گی... بلکہ موت سے کم کی سزا نہیں سنائے گی... کیونکہ انصار خومی تو بے شمار لوگوں کو نہایت بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارنے کا بہت بڑا مجرم ہے... اس نے تو خود اپنے ٹھکانوں پر عدالتیں قائم کر رکھی ہیں... جہاں اس کی نظروں میں مجرم لوگوں کو سزائیں سنائی جاتی ہیں اور یہ سزائیں عام طور پر موت سے کم نہیں ہوتیں... پھر جو گھناؤنے کام انصار خومی کرتا ہے... اس کے ثبوت کاظمی نے نہ صرف فلموں سے دیے ہیں... بلکہ ان جگہوں کا معائنہ کرنے سے صاف پتا چل جاتا ہے کہ یہی کچھ ہوتا رہا ہے... وہ کون سے جرائم ہیں... جو انصار خومی اپنے اڈوں پر نہیں کرتا رہا... اس ملک میں اس سے بڑا مجرم ہو بھی کون سکتا ہے... اب بھی اگر عدالتیں ایسے مجرم کو چھوڑیں گی تو پھر ملک میں لاقانونیت پہلے ہی جنم لے چکی ہے... وہ اور پر پرزے نکالے گی... اب مسٹر انصار خومی... تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہو تو ہم یہاں بھی سننے کے لیے تیار ہیں... ورنہ عدالت میں اپنا بیان سنا دینا... عدالت سن

لے گی اور ہم وہ تمام ثبوت عدالت میں پیش کریں گے جو ہم نے کاظمی کے ذریعے حاصل کیے ہیں۔'' یہاں تک کہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

اب انصار خومی کا چہرہ بالکل سرخ ہو چکا تھا... اس کا بس نہیں چل رہا تھا... ورنہ شاید وہ اپنی ہی بوٹیاں نوچ لیتا... اس نے چلا کر کہا:

''میں پوچھتا ہوں... کاظمی کہاں ہے۔''

''میں بتا چکا ہوں... وہ یہیں ہے۔''

''اچھا تو پھر سن لو انسپکٹر جمشید... یہ سب باتیں جو یہاں ہوئی ہیں ... ان سب کو عدالت تک پہنچانے کے لیے نہ تم زندہ رہو گے... نہ تمہارا کوئی مددگار... حالات اب بھی میرے ہاتھ میں ہیں۔''

''وہ کیسے؟'' انسپکٹر جمشید ہنسے۔

''وہ ایسے کہ یہ عمارت اس وقت میری فوج کے گھیرے میں ہے... اس عمارت سے صرف ہم زندہ سلامت نکل کر جائیں گے... تم لوگوں کو میرے آدمی یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے اور پھر اس عمارت کو ریموٹ کنٹرول بموں سے اڑا دیا جائے گا... تم رہو گے، نہ تمہارے ثبوت۔''

''شاید تم نشے میں ہو... اس وقت تم... اور تمہارے ساتھی میرے ساتھیوں کی زد میں ہیں...''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا... ذرا غور کرو... تم اگر ہمیں ختم کر دو گے... تو خود کیسے نکلو گے۔''

''تب بھی اس کا یہ مطلب تم نے کیسے نکال لیا کہ ہم تمہیں تو نکل

جانے دیں گے... اور خود کو بموں سے اڑا لیں گے...'' انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم نہیں جانتے... میرے آدمی اس وقت تک عمارت کے اندر بھی آ چکے ہیں... اب تمہیں پہلے ان کا سامنا کرنا ہوگا... آ جاؤ بھئی ... اور بتا دو ان سب کو... کہ کون کس کی زد پر ہے... اور اتنا جدید اسلحہ کس کے پاس ہے...'' اس نے فخر کے عالم میں کہا اور نظریں ہال کے دروازے کی طرف اٹھا دیں۔ لیکن دروازہ نہ کھلا۔

''تمہارے آدمی آئے نہیں... لو... میں اپنے ایک ساتھی سے کہتا ہوں... وہ دروازہ کھول دیں... تاکہ تمہارے ساتھی اندر آ سکیں۔''

''آتے کیوں نہیں۔'' وہ گرجا۔

دروازے پر اب بھی دستک نہ ہوئی...

''محمود... دروازہ کھول دو... تاکہ یہ بے چارہ آنکھوں سے دیکھ لے... اُس طرف اس کا کوئی ساتھی نہیں پہنچ سکا... اس لیے کہ اگر یہ اپنی فوج کا انتظام کر کے چلا تھا تو صدر صاحب نے اس سے بہت پہلے سرکاری فوج یہاں تعینات کرا دی تھی... لیکن یہ سب کچھ بالکل خفیہ انداز میں کیا گیا... کوئی اس چھپی فوج کو نہیں دیکھ سکا... لہٰذا جب تمہاری فوج آگے آ گئی تو اسے یک دم زد پر لے لیا گیا اور اس کا اسلحہ چھین لیا گیا... ورنہ وہ یہاں آ چکی ہوتی... محمود... دروازہ کھول دو... اس کے چہرے پر مایوسی کی پھٹکار دیکھنا چاہتا ہوں...''

محمود نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا... باہر کوئی نہیں

تھا... انہوں نے انصار خومی پر بجلی سی گرتے دیکھی...

ایسے میں ایک بار پھر انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دینے لگی:

☆☆☆

انجام

"لگے ہاتھوں اب مزے کی یہ بات بھی سنتے چلیں... یہ سب کچھ پروگرام کے تحت ہوا ہے... صدر صاحب تمہارے خلاف ایسا ثبوت چاہتے تھے جسے دنیا کی کوئی عدالت نہ جھٹلا سکے... صدر صاحب نے مجھ سے خفیہ طور پر بات کی... میں نے منصوبہ تیار کیا، اس منصوبے کے تحت صدر صاحب نے اپنے مشیروں سے اس بارے میں مشورہ کیا اور میرے منصوبے کے تحت صدر صاحب نے آخران کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ عدالت سے بالا بالا انصار فومی کا کام تمام کرا دیتے ہیں اور یہ کام انسپکٹر جمشید سے لیا جائے گا... وہ اس کام کو اس خوبی سے کریں گے کہ کسی کو گمان بھی نہیں گزرے گا کہ یہ ہماری منصوبہ بندی ہے... یہ ہم نے اس لیے کیا کہ ہم پہلے ہی جانتے تھے... صدر صاحب کے دفتر میں یا مشیروں میں کوئی نہ کوئی انصار خومی کا خاص آدمی ہے... اور وہ ضرور اس منصوبے کی خبر اسے دے گا... لہٰذا وہ حرکت میں آ جائے گا... ساتھ ہی ہمیں معلوم تھا کہ جوابی کارروائی کے طور پر انصار فومی کوئی حرکت ضرور کرے گا... اور وہ اس نے کی... یعنی ہمارے ساتھیوں کو اغوا کرنے والی حرکت... لیکن ہم نے

پہلے ہی اپنے گھروں پر خفیہ کارکن مقرر کرائے تھے اور انھیں ہدایات تھیں کہ انصار خومی کے آدمی اگر ہمارے گھر کے افراد کو اغوا کریں تو کرنے دیا جائے... بس ان کا تعاقب کر کے یہ خبر رکھی جائے کہ وہ انھیں کہاں لے جایا جاتا ہے... چنانچہ میں بتا سکتا ہوں... کہ انھیں کہاں لے جایا گیا تھا... بلکہ انھیں بعد میں وہاں سے بحفاظت نکال بھی لیا گیا تھا... یہ اور بات ہے کہ منصوبے کے مکمل ہونے تک انھیں چھپائے رکھا گیا..."

"انھیں کہاں رکھا گیا تھا..." اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"سونا گھاٹ والے اڈے کے تہ خانے میں۔"

"اوہ... اوہ..." اس کے منہ سے نکلا۔

"میرا خیال ہے... اب تمھیں یقین ہو گیا ہو گا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے... وہ حرف بہ حرف درست ہے... اور یہ کہ مسٹر انصار خومی... تمھارا کام اب ختم ہو گیا... اس بار عدالت تمھیں باعزت بری نہیں کرے گی... اب رہ گئی یہ بات کہ تمھاری پارٹی کے لوگوں کو تمھارے کارناموں کا کبھی یقین نہیں آئے گا... وہ تمھیں نہ جانے کیا سمجھتے ہیں... میں نے اس کا بھی حل سوچ لیا ہے... اور صدر صاحب سے اس کی اجازت بھی لی ہے۔"

"اوہ... اور وہ کیا۔" اس نے ڈوبتی آواز میں کہا۔

"یہ کہ تمھیں واقعی عدالتی کارروائی کے بغیر ہی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے..."

"کیا اس طرح میرے آدمی پورے شہر میں توڑ پھوڑ نہیں مچائیں

گے۔"

"ہاں... بالکل مچائیں گے..."

"بس تو پھر... پورے شہر کو توڑ پھوڑ سے بچاؤ... ورنہ جو ہو گا... اس کا بھی تمھیں اندازہ ہو گا۔"

"ہاں بہت اچھی طرح... لیکن مسٹر انصار خومی... تم اس عمارت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے..."

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس عمارت میں وڈیو کیمرے نصب ہیں اور بھی نہ جانے کیا کچھ نصب ہے... اس ہال میں اب تک جو کچھ ہوا ہے... اس عمارت کے باہر ملک کے تمام اخبار نویس دیکھ رہے ہیں... باہر ایک پردے پر یہ سارا منظر نظر آ رہا ہے... اس کے ساتھ ہی ملک کے بہت خاص خاص لوگ باہر موجود ہیں... تا کہ اس کارروائی کو کوئی بھی نہ جھٹلا سکے... خود تمھاری جماعت کے بہت سے خاص افراد بھی باہر موجود ہیں... ان سب کی بھی ایک فلم تیار ہو رہی ہے... مطلب یہ کہ مسٹر انصار خومی اب تم پوری طرح بے نقاب ہو چکے ہو... اللہ نے چاہا تو خود تمھاری جماعت کے زیادہ تر لوگ اب تم سے نفرت محسوس کریں گے... تمھارے ٹھکانوں میں جو کچھ ہوتا رہا ہے... یہاں وہاں جو کچھ برآمد کیا جائے گا... وہ بھی سب کو ساتھ لے جا کر کیا جائے گا... میرا مطلب ہے... اس میں ملکی اور غیر ملکی اخباری نمائندے ہوں گے۔ سیاست دان ہوں گے... تمھاری جماعت کے سرکردہ لوگ ہوں گے... پھر کون ہو گا... جو تمھاری پارسائی کا دم بھرے گا... تمھیں ایک عظیم آدمی مانے گا... شاید کوئی بھی نہیں... اور

عقل سے بالکل پیدل کچھ لوگ پھر بھی تمہیں عظیم ماننے پر بضد رہے تو ملک کو بھی ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں... ہم ان لوگوں کو خاطر میں نہیں لائیں گے... بیشتر افراد تو تمہارے خلاف ہو ہی چکے ہوں گے... وہ جائیں بھاڑ میں... اور مسٹر انصار خومی... مجھے جو کچھ کہنا تھا... میں کہہ چکا... تم ان حالات میں بھی اگر کچھ کہنا چاہو... میرا مطلب ہے، کہنے کے لیے اگر اب بھی تمہارے پاس کچھ ہے تو ہم سب سننے کے لیے تیار ہیں... تم اب بھی لوگوں کو قائل کرنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں... یہ لو میں تمہیں باہر کا منظر بھی دکھا دیتا ہوں... ذرا دیکھو تو سبھی لوگ تمہارے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں..."

انسپکٹر جمشید کے ان الفاظ کے ساتھ ہی دیوار میں لگا ایک بٹن دبا دیا... فوراً ہی ہال کی سامنے والی دیوار پر باہر کا منظر نظر آنے لگا... اسکرین پر نظر آنے والے ان گنت لوگوں کے چہروں پر بے تحاشہ غم و غصہ نظر آ رہا تھا... وہ اس کے خلاف نعرے لگا رہے تھے اور مطالبہ کر رہے تھے... اسے فوری طور پر ابھی سب کے سامنے پھانسی دی جائے... یہاں عدالتوں کے لوگ بھی موجود تھے... ان میں ذمے دار حضرات بھی تھے...

اور اس وقت انصار خومی نے جان لیا کہ اس کا کردار ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے... وہ اب اس ملک کے لوگوں کے لیے مر چکا ہے... موت سے پہلے ہی اس کی موت واقع ہو چکی ہے۔

----------☆☆☆----------

یکم جولائی 2007 کو شائع ہونے والے ناول

انسپکٹر جمشید کی شکست

-/40 روپے

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز کا تازہ ترین ناول

☆ انسپکٹر جمشید کے ذمے ایک کیس لگایا گیا...... ☆ ایک گم شدہ شخص کو تلاش کرنا تھا...... ☆ پوری پارٹی میدانِ عمل میں کود پڑی...... ☆ سراغرسانی کے گھوڑے چاروں طرف دوڑا دیئے گئے...... ☆ ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا...... ☆ پھر کیا آپ کے کردار اس کیس میں کامیاب ہوگئے...... ☆ جی نہیں... انہوں نے ایک ایسی شکست کھائی...... کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے...... ☆ اشتیاق احمد کے قلم سے ایک سنسنی خیز ناول...... انسپکٹر جمشید کی شکست!!

اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز کے آٹھ سنسنی خیز اور دلچسپ ناول

ناول نمبر 77 — چوٹ پر چوٹ

ناول نمبر 78 — مصنوعی قتل

ناول نمبر 79 — توپ کی چوری

ناول نمبر 80 — بیس سال بعد

ناول نمبر 81 — خفیہ تحریر

ناول نمبر 82 — نقاب کے پیچھے

ناول نمبر 84 — خونی محل

ناول نمبر 85 — آخری پیکٹ

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون 021-2581720
021-2578273
ای میل atlantis@cyber.net.pk